مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر پر

مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کا اوّلین فتویٰ ۱۸۸۴ء

فتاوی قادریہ

ترتیب نو

مشہود مفتی

مؤلف

مولانا محمد لدھیانویؒ

مرتب

مفتی ضیاء الحسین لدھیانویؒ

مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر پر

مولانا عبد اللہ لدھیانویؒ کا اوّلین فتویٰ ۱۸۸۴ء

فتاویٰ قادریہ

مؤلف

مولانا محمد لدھیانویؒ

مرتب

مفتی ضیاء الحسین لدھیانویؒ

ترتیب نو

مشہود مفتی

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

اشاعت اول ______ ۱۸۹۰ء بمطابق ۱۳۰۱ھ

اشاعت دوم ______ ۱۹۸۰ء

اشاعت سوم ______ ۱۹۹۵ء

اشاعت چہارم ______ ۲۰۱۹ء

تعداد ______ ایک ہزار

ناشر

اسلامی تعلیمی ادارہ

جامع مسجد قادریہ جناح کالونی فیصل آباد

Email: ulemaeludhiana@gmail.com

نوٹ

جن حضرات کے پاس مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ اور علماء لدھیانہ کے مضامین، پمفلٹ، تحریریں اور تصاویر ہوں ان سے گزارش ہے کہ ان کو مندرجہ بالا ای میل ایڈریس پر بھیج دیں۔ شکریہ

خاندان مولانا عبد القادر لدھیانویؒ

سالار کاروان آزادی ۱۸۵۷ء

شاگرد رشید
حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

- مولانا اسماعیل لدھیانویؒ (بھانجے)
  - بانی دارالعلوم نعمانیہ گوجرانوالہ
    مولانا عبد اللہ لدھیانویؒ
    شاگرد شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ
    وحضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ
- مولانا سیف الرحمن لدھیانویؒ
- مولانا محمد لدھیانویؒ
  فتاوی قادریہ۔ فتویٰ نصرۃ الابرار
  - مولانا زکریا لدھیانویؒ
    - رئیس الاحرار
      مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی
      صدر احرار ہند
  - سینیٹر ایم حمزہ (نواسے)
    سابقہ چیئرمین پبلک اکاؤنٹس کمیٹی
    سابقہ ممبر قومی اسمبلی پاکستان
- اولین فاتح قادیانیت
  مولانا عبد اللہ لدھیانویؒ
  فتاوی قادریہ۔ فتویٰ نصرۃ الابرار
  - نائب صدر جمعیت علماء ہند
    مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ
    شاگرد شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ
    - **مفتی ضیاء الحسنؒ**
      صدر اینٹی ٹی بی ایسوسی ایشن آف پاکستان
      شاگرد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
- مولانا عبد العزیز لدھیانویؒ
  فتاوی قادریہ۔ فتویٰ نصرۃ الابرار
  - مولانا محمد سلیم لدھیانویؒ (نواسے)
    - مفتی اعظم پاکستان
      مفتی رشید احمد لدھیانویؒ
      بانی جامعۃ الرشید کراچی

ہدیہ عقیدت بحضور رسالت مآب ﷺ
بعد از ہزار ہزار درود و سلام

حافظ طاہر نعیم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

ولد مفتی محمد نعیم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ بن مولانا عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

غبارِ رہ سہی کم ظرف تو نہیں اتنا
کہ بارگاہِ رسالت مآب تک جاؤں
اک آرزو تھی کہ لے کر کہانیاں غم کی
حریمِ محرمِ ام الکتاب تک جاؤں

اُدھر فضاؤں میں زندہ ہے سامری جادو
اِدھر نہ طور، نہ جلوہ، نہ جستجوئے کلیم
زمانہ ہنستا ہے مذہب کی بات سنتے ہی
حضورؐ آپ کا اسلام ہو گیا ہے یتیم

وہ جن کے ہاتھوں میں طاقت ہے ناخدائی ہے
وہ چھین لیتے ہیں مجبور کے لبوں سے پکار
صدائے نغمۂ بطحا کو توڑ دیتی ہے
حرم سرائے میں پازیب کی حسیں جھنکار

جو اک اشارے سے مومن کے ٹوٹ جاتے تھے
زمانہ پوج رہا ہے انہیں خداؤں کو
حضورؐ جن میں محبت ہے پارسائی ہے
وہ بوجھ لگتے ہیں دھرتی کو شاہراہوں کو

حجابِ عظمتِ مریم کی رونقیں لے کر
سجا رہے ہیں ہوس کار بارگاہوں کو
زمین تنگ ہے مظلوم پر غریبوں پر
شعور دیجیے ملت کے ناخداؤں کو

نئے پجاری، نئے بت، نئی خدائی ہے
درِ حرم سے اٹھی ہے نوائے بولہبی
گناہ گار سہی لب پہ بات آ جو گئی
معاف ہو میری آہ و فغاں کی بے ادبی

☆☆☆

فتاویٰ قادریہ مختصراً تعارف

میرے تایا مفتی ضیاء الحسین صاحب لدھیانویؒ نے ایک کتاب مرتب کی تھی۔ جس کا نام "**۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور علماء لدھیانہ**" تھا۔ اس مختصر کتاب کے آخر میں انہوں نے فتاویٰ قادریہ فوٹو کاپی کی شکل میں شامل کیا تھا۔ مجھے یہ اندازہ تو نہیں کہ وہ فوٹو کاپی کب سے چلی آ رہی ہے۔ لیکن میرے ارادے میں تھا کہ اس کو دوبارہ ٹائپ کروا کر چھپوا دینا چاہیے۔

ابھی ۲۰۱٦ء میں پاکستان جانے کا اتفاق ہوا تو میرے رشتہ میں بھتیجے حافظ برہان صاحب نے مولانا زاہد الراشدی صاحب کا تعارف کروایا۔ میں نے مولانا زاہد الراشدی صاحب سے ملنے کی خواہش کی جو مولانا زاہد الراشدی صاحب نے میری بیماری کے مدِّ نظر خود لاہور تشریف لا کر ملاقات کر کے پوری کی۔ بہت لمبے عرصہ کے بعد ان سے ملاقات کے بعد احساس ہوا کہ اکابرین علماء کیسے ہوں گے۔ ان کے خلوص اور سادگی کا ہمیشہ معترف رہوں گا۔

بہرحال ان کے جانے کے بعد حافظ برہان صاحب گوجرانوالہ کو فتاویٰ قادریہ بھیج دیا اور دوبارہ ٹائپ کی گزارش کی کہ مولانا زاہد الراشدی صاحب کی زیر نگرانی دوبارہ چھپ جائے اور مشکل الفاظ کو بھی آسان الفاظ میں ٹائپ کر دیا جائے۔

فتاویٰ قادریہ مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے تایا مولانا محمد صاحب لدھیانویؒ نے تحریر فرمایا تھا۔ یہ تحریری فتویٰ اصل میں ان کے چھوٹے بھائی مولانا عبداللہ صاحب

لدھیانویؒ کے مرزاغلام قادیانی کے خلاف دیے گئے اولین فتویٰ کفر کا تسلسل تھا۔

مولانا محمد صاحب لدھیانویؒ نے فتاویٰ قادریہ میں اپنے بھائی مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کے اوّلین فتویٰ کفر کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ آغا شورش کشمیریؒ اور مفتی جمیل احمد خانؒ نے مولانا عبداللہ صاحب لدھیانویؒ کے اولین فتویٰ کفر کا ذکر کیا ہے جن کو شامل کتاب کیا جارہا ہے۔

مولانا محمد صاحب لدھیانویؒ نے فتاویٰ قادریہ کو اپنے والد مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانویؒ کے نام سے منسوب کیا ہے۔ مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے شاگرد تھے۔

حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے والد گرامی اور مولانا زکریا صاحب لدھیانویؒ کے چچا تھے۔ مولانا زکریا صاحب رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ کے والد تھے۔

ہندوستان کی تقریباً ڈیڑھ سو سال کی تاریخ میں مشہور ترین فتاویٰ خاندان علمائے لدھیانہ سے منسوب ہیں۔ ان میں ۱۸۵۷ء کا پہلا فتویٰ آزادی مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ اور ان کے بڑے صاحبزادے مولانا سیف الرحمان لدھیانویؒ اور تقریبا ۳۲ دوسرے علماء سے منسوب ہے۔ ۱۸۸۴ء کا فتاویٰ قادریہ مرزا غلام قادیانی کے خلاف اور ۱۸۸۸ء کا کانگریس میں شمولیت اور آزادی کا "فتویٰ نصرۃ الابرار" بھی علماء لدھیانہ کا ہی دیا ہوا ہے۔

بہت اہم اس میں کہ ہندوستان کے تمام سرکردہ علماء نے ان آخری دو فتاویٰ کی تصدیق کی، جن میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ شامل ہیں۔

فتویٰ نصرۃ الابرار کے لیے دیکھیے کتاب **"تحریک آزادی میں مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ اور اکابرین جمعیت علماء ہند کی زریں خدمات"**۔

مفتی ضیاء الحسین صاحب لدھیانویؒ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ کے شاگرد تھے۔ ۲۰۱۰ء میں وفات پائی اور مدینہ المنورہ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ آپ مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ اور راقم کے تایا۔ اب ان کی یادیں ہی رہ گئی ہیں۔ جب ان کی یاد آتی ہے تو آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔ آمین

فتاویٰ قادریہ کو دوبارہ ٹائپ اور مرتب کرنے کے لیے میں مفتی عبید الرحمٰن صاحب کا شکر گزار ہوں۔ آپ نے علماء لدھیانہ کی مختلف کتب اور فتاویٰ کی دوبارہ تدوین و ترتیب کے لیے کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ آپ ہی کی کاوش سے میری کتاب ''مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ اور اکابرین جمعیت کی زریں خدمات'' مکمل ہو سکی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

بندہ

مشہود مفتی عفا اللہ عنہ

اس خاندان رفیع الارکان علماء لدھیانہ کی دینی، سیاسی اور قومی و ملی خدمات صدیوں پر پھیلی ہوئی ہیں۔

(ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہندوستان کے اندر مرزا غلام احمد قادیانی نے لدھیانہ شہر سے دعوی مسیحیت اور مہدیت کیا اور پھر اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

اس وقت کے مشہور علماء علمائے لدھیانہ میں سے مولانا محمد صاحبؒ مولانا مفتی عبداللہ صاحب اور مولانا عبدالعزیز صاحبؒ نے مرزا کے کفر کا فتویٰ جاری کیا۔ یہ ہندوستان میں مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف پہلا فتویٰ ہے۔

بعد میں تمام ہندوستان کے علماء نے مرزا کے خلاف کفر کا فتویٰ جاری کیا۔ بلکہ علمائے لدھیانہ کے فتویٰ کی تائید و توثیق کی اور حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوریؒ کی کوشش سے علمائے حرمین نے بھی اس فتویٰ کی تصدیق فرمائی اور یہ کتاب فتاویٰ قادریہ کے نام سے ۱۳۰۱ھ بمطابق ۱۸۹۰ء میں لدھیانہ سے شائع ہوئی۔ اب اس کتاب کو پرانی شکل میں فوٹو کر کے دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے اور اس کے ساتھ علمائے لدھیانہ کی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی شمولیت اور سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کے ساتھ معاونت کو بیان کیا گیا۔

پہلی کتاب چونکہ نایاب ہو چکی ہے اس لیے علمائے پاکستان کے پرزور اصرار پر دوبارہ شائع کی جا رہی ہے۔

مفتی ضیاء الحسین

فاضل دیوبند مقیم مدینہ منورہ

ہندوستان کے اندر احیاء اسلام کے لیے علماء نے شاندار روایات چھوڑی ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کے خاندان کی گراں قدر مساعی اس کے لئے مشہور ہیں۔ اسی طرح علماء لدھیانہ نے بھی احیائے اسلام اور ہندوستان کی آزادی کے لئے گراں قدر کوششیں و مساعی کی ہیں۔

ہسٹری آف انڈیا میں یہ سب واقعات انگریز مؤرخ نے تحریر کیے ہیں۔ اس سلسلے میں جب شاہ اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ معرکہ بالاکوٹ میں تشریف لے جانے کے لئے ارادہ فرمارہے تھے کہ راقم الحروف کے پردادا علامہ عبد القادر لدھیانویؒ کے نام آپ حضرات کے خطوط آئے کہ اس معرکہ میں بدنی اور مالی اعانت فرمادیں۔ پردادا مرحوم ذاتی طور پر بعض حالات کی وجہ سے شریک معرکہ نہ ہوسکے۔ لیکن آپ نے سید برادرز کی مالی اعانت فرمائی۔ یہ خطوط لدھیانہ میں اب تک محفوظ تھے لیکن تقسیم ملک کے وقت سب کتب خانہ اور خطوط ضائع ہوگئے۔

مولانا عبد القادرؒ راقم الحروف کے پردادا تھے جن کی نسل سے علمائے لدھیانہ مشہور ہوئے۔ آپ کے چار صاحبزادے ہوئے۔ بڑے صاحبزادے مولوی سیف الرحمن تھے جو کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اپنے والد مولانا عبد القادرؒ کے ساتھ شریک ہوئے اور ۱۸۵۷ء میں افغانستان تشریف لے گئے اور وہیں شادی کرلی۔ اب معلوم ہوا کہ ان کا سارا خاندان جہاد افغانستان میں شریک ہے۔ دوسرے صاحبزادے مولانا محمد صاحب تھے۔ تیسرے مولا مفتی عبداللہ صاحب تھے۔ آپ زبردست عالم دین تھے جن کی ہمت مردانہ سے فرقہ ہائے باطلہ

خصوصًا غیر مقلد اور قادیانی خوف زدہ رہتے تھے۔ آپ نے اور آپ کے بھائی مولانا محمد صاحب نے جو کہ مشہور احرار لیڈر مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ کے دادا تھے، نے ہندوستان میں سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا۔ جبکہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ ابھی متذبذب تھے۔ بعد میں تمام علمائے حجاز اور مصر نے ان کے فتویٰ کی تصدیق کی اور اس سلسلہ میں ایک کتاب فتوی قادریہ کے نام سے سنہ ۱۳۰۱ ہجری میں تحریر فرمائی۔ مولانا مفتی محمد عبداللہؒ راقم الحروف کے دادا تھے اور مشہور عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے والد تھے۔ چوتھے مولانا عبدالعزیزؒ وقت کے قطب مشہور ہوئے اور علوم باطنی میں کمال رکھتے تھے۔

تحریک ختم نبوت

شورش کاشمیری

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے مجدّد ہونے کا راگ چھیڑ کر لدھیانہ کا سفر کیا تو ہاں بعض افراد نے اس کے استقبال کا فیصلہ کیا۔ اس غرض سے ایک میٹنگ ہوئی جس میں مرزا کے محاسن بیان کیے گئے۔ اس پر مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے والد کے چچا مولوی عبد اللہ لدھیانویؒ نے کھڑے ہو کر بیان کیا کہ مرزا انتہا درجہ کا ملحد و زندیق ہے۔ بعض ساتھیوں کو ان الفاظ میں تیزی محسوس ہوئی، حتیٰ کہ مولانا حبیب الرحمٰن کے دادا جان نے بھی بھائی سے اتفاق نہ کیا لیکن مولوی عبد اللہ لدھیانویؒ نے استخارہ کیا تو اپنی رائے کو درست پایا۔ آخر ''براہین احمدیہ'' کے غائر مطالعہ سے مرزا کے ملحد و زندیق ہونے کا اعلان کر دیا۔

چونکہ مرزا کا دعویٰ نبوت عوام و خواص کی نظروں سے اوجھل تھا اور وہ انہیں آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں ایک مناظر کی حیثیت سے جانتے پہچانتے تھے۔ اس لیے ابتداءً مرزا کی تکفیر سے متعلق بعض جید علماء کو تردّد تھا۔ مولوی رشید احمد گنگوہیؒ اور دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا یعقوبؒ نے فتویٰ دینے یا فتویٰ پر صاد کرنے سے گریز کیا لیکن جب ان کے سامنے مرزا کی تمام تحریریں رکھی گئیں تو انہوں نے مرزا کے خارج از اسلام ہونے سے اتفاق کیا اور عامۃ المسلمین میں مرزا کے تعاقب کی فضا پیدا کی۔ اس دوران ہی میں حرمین شریفین کے علماء نے مرزا کے کفر کی تصدیق کی۔ مکہ معظّمہ کے مفتی اعظم رئیس

القضاۃ شیخ عبد اللہ بن حسن نے مرزا کے کفر کا اعلان کرتے ہوئے ان کے پیروؤں کو بھی اسلام سے خارج قرار دیا۔ اس کے بعد مصر، شام، فلسطین کے مفتیانِ عظام نے بھی مرزا کے کفر پر فتویٰ دیا۔ فتووں کا نتیجہ یہ نکلا کہ برصغیر کا ہر صوبہ مرزا کے دعویٰ سے باخبر ہو گیا اور قادیانیت کو محمد عربی ﷺ کے خلاف گستاخانہ بغاوت قرار دیا گیا۔

یہ زمانہ تھا جب وقت کے تمام بڑے بڑے علماء نے مرزا کی خبر لی اور اپنے اپنے دوائر میں مسلمانوں کو اس کے کفر سے خبردار کیا۔ مولانا لطف اللہ علی گڑھیؒ، مولانا شمس الحقؒ عظیم آبادیؒ، مولوی محمد صدیق دیوبندیؒ، مولوی محمد اعظم لکھنویؒ، مولانا محمد حسین عربیؒ، مولانا احمد حسن کانپوریؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا عبد الغفار لکھنویؒ، مولانا عبد الجبار عمر پوریؒ، مولانا احمد حسن دہلویؒ، مولانا عبد الحق حقانی دہلویؒ، مولانا محمد حسین بنارسیؒ، مولانا محمد عبد اللہ غازی پوریؒ، مولانا عبد العزیز رحیم آبادیؒ، مولانا محمد ادریس جھنجھانویؒ، مولانا غلام محمد بگویؒ خطیب شاہی مسجد لاہور، مولانا غلام احمدؒ مدرسہ نعمانیہ لاہور، مفتی محمد عبد اللہ ٹونکیؒ اورینٹل کالج لاہور مولانا رحیم بخشؒ مصنف سلسلہ تعلیم اسلام لاہور، مولانا احمد علیؒ مدرسہ اسلامیہ بٹالہ، مولانا محمد اسحاقؒ مفتی پٹیالہ، مولانا محمد حسینؒ فیضی ضلع جہلم، حافظ عبد المنانؒ وزیر آبادی، مولانا عبد القادر تھانویؒ، شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، مولانا محمد علی مونگیریؒ، مولانا عزیز الرحمٰنؒ دیوبندی، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، مولانا احتشام الدینؒ مراد آبادی، مولانا فقیر اللہؒ شاہ پوری، مولانا محمد امان اللہ دہلویؒ، مولانا محمد اسماعیل علی گڑھیؒ، مولانا محمد ایوبؒ ساکن کول، مولانا وصیت علیؒ غازی پوری، مولانا عبد الجبار غزنویؒ، مولانا عبد الغفور غزنویؒ، مولانا الحق غزنویؒ، سید ظہور حسین قادریؒ سجادہ نشین پٹیالہ، مولانا عبد الرحمٰنؒ لکھوکی، سید اکبر شاہ حنفی پشاوریؒ، مولانا محمد ایوبؒ حنفی پشاوری، مولوی رحمت اللہؒ پشاوری، مولوی تاج الدینؒ گجراتی، مولوی ہدایت اللہؒ راولپنڈی، مولوی امام دین کپور تھلویؒ، مولوی اشرف علیؒ سلطان

پوری، مولوی عبد القادرؒ بیگوال، مولوی عبد الرحمٰنؒ دیو بندی اور مولوی گل محمدؒ دیو بندی اپنے زمانے میں برصغیر کے نامور علماء تھے۔

تمام ملک میں مسلمانوں کے اجتماعی مزاج کی دینی عصبیت پر ان کا عظیم اثر تھا۔ ان سب نے مرزا کے ارتداد کفر کی اس طرح چتھاڑ کی کہ مرزا نا ئکہ کا آنسو ہو کر رہ گئے۔ انہوں نے آریوں اور عیسائیوں سے مناظروں کا ڈھونگ رچا کر جو وقار حاصل کیا تھا وہ خاک میں مل گیا۔ ان کی بدولت انگریزوں کی منشاء کامیاب ہوگئی لیکن وہ خود مسلمانوں میں ہر طرح مغضوب و متروک ہو گئے۔

علماء ان کا پیچھا کرتے اور وہ ان سے بھاگتے۔ اس زمانے میں مرزا کا شرعی تعاقب ہی کیا جا سکتا تھا۔ اوّلاً مسلمان مرزا کے استعماری ظہور سے ناواقف تھے۔ ثانیاً برطانوی استبداد اس درجہ بے رحم تھا کہ مرزا کا سیاسی احتساب سخت مشکل تھا۔ مولانا محمد حسین بٹالوی نے انگریزوں کے استبداد کو ملحوظ رکھتے ہوئے پہلے تنسیخ جہاد کی اساس قائم کی۔ پھر مرزا کا مقابلہ کیا۔ مرزا کا سب سے بڑا ہتھیار یہ تھا کہ وہ برطانوی سلطنت کے گن گاتے اور اپنے مخالفوں پر باغی ہونے کا الزام دھرتے تھے۔ ممکن تھا مرزا پنجابی مسلمانوں کے خام عقائد میں اپنے لیے جگہ پیدا کر لیتے اور اس طرح ایک طاقتور قادیانی امّت وجود میں آتی لیکن علماء کی زبردست مزاحمت اور طاقتور احتساب کا نتیجہ یہ کا کہ مرزا محدود سے محدود ہو کر رہ گیا۔ اس کی زندگی میں پیرو کار ڈیڑھ دو ہزار سے زائد نہ ہو سکے۔ مرزا بشر الدین محمود کے زمانہ خلافت میں تعداد اس لیے بڑھی کہ پہلی جنگ عظیم میں انگریزوں نے قادیانی سے خلافت عثمانیہ کے خلاف کماحقہ فائدہ اٹھایا۔ اس کے صلے میں قادیانیوں کو نہ صرف یہ کہ مختلف مادی فوائد حاصل ہوئے بلکہ ان کے لیے سرکاری ملازمتوں کا دروازہ کھل گیا۔ جو لوگ دین کے معاملہ میں کمزور تھے وہ ان فوائد سے متمتّع ہونے کے لیے قادیانی ہو گئے۔

روزنامہ جنگ ۱۹۹۵-۰۹-۰۷

از مفتی جمیل خان

مرزا غلام احمد قادیانی نے مجدد اور محدث کی شکل میں لوگوں سے بیعت لینی شروع کی۔ ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ دعوی بڑھتے بڑھتے نبی بلکہ رسول تک پہنچ گیا بلکہ نعوذ باللہ آخر کار اپنے آپ کو نبی اکرم ﷺ سے افضل قرار دیا۔ علماءِ لدھیانہ نے پہلے ہی مرحلے میں اس کے عزائم دیکھ کر اس کے کفر کا فتویٰ جاری کیا۔ بعد ازاں مولانا رشید احمد گنگوہی اور دیگر تمام علماء کرام نے اس کی تصدیق و تائید کی۔

روزنامہ "جنگ" لندن ۲۰۰۴-۰۹-۰۷

از مفتی جمیل خانؒ

۱۸۸۴ء میں جب مرزا غلام احمد قادیانی ایک پروگرام کے سلسلے میں لدھیانہ وارد ہوا تو علماء لدھیانہ مولانا عبد اللہ لدھیانویؒ ، مولانا محمد لدھیانویؒ ، مولانا عبد العزیز لدھیانویؒ نے بعض علمائے کرام اور معززین کے ہمراہ مرزا غلام احمد قادیانی سے ملاقات کرنا چاہی تاکہ اس کے عقائد واضح ہوں مگر اس نے راہِ فرار اختیار کی۔ ان حضرات نے مندرجہ عقائد کی وجہ سے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ اس فتوے کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے علماء کرام کے خلاف زبان درازی تیز

کردی۔ اپنے عقائد کی وضاحت کے بجائے اپنے آپ کو اللہ تعالی کی بعض صفات کی طرف منسوب کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی نے یہاں تک کہا کہ وہ بمنزلہ اللہ کے بیٹے ہیں۔ ان عقائد کی بنیاد پر علمائے لدھیانہ نے دارالعلوم دیوبند، پیر گولڑہ شریف اور تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام کو روانہ کیا جس کے جواب میں سینکڑوں علمائے کرام نے دستخطوں پر مشتمل تکفیر قادیان کے عنوان سے فتویٰ دیا۔ ۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے مثیل مسیح اور پھر مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ کیا۔

روزنامہ "جنگ" لندن ۱۹۹۹-۰۹-۰۸

از مفتی محمد جمیل خان

جس وقت مرزا غلام احمد قادیانی نے مجدد اور ملہم من اللہ کا دعوی کیا تو اسی وقت علماء لدھیانہ نے اس کی تحریروں کی روشنی میں کفر کا فتویٰ جاری کیا۔ جس کی بعد میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور دیگر علماء دیوبند نے تصدیق کی اور مسلمانوں نے اس فتویٰ کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں سے اجتناب شروع کیا اور مختلف مقامات پر قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان مناظروں کا سلسلہ شروع کیا۔

سب سے پہلے مناظرہ لدھیانہ کے عالم دین مولانا عبد اللہ لدھیانویؒ نے کیا۔ اس کے بعد جو علمائے کرام عیسائیوں اور ہندوؤں سے مناظروں اور مقابلے میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ تھے انہوں نے خط و کتابت کے ذریعہ پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کو ان عقائد سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن جب وہ اپنے غلط عقائد سے ہٹنے کے لیے تیار نہیں ہوا تو اہل حدیث علماء میں سے مولانا عبد اللہ غزنویؒ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے مرزا غلام احمد قادیانی سے مناظروں اور تحریروں مقابلوں کا سلسلہ شروع کیا۔ مولانا عبد اللہ غزنوی کا

مباہلہ تو بہت مشہور ہوا۔

روزنامہ "جنگ" لندن ۲۰۰۰-۰۹-۰۹

مرزا غلام احمد قادیانی کے غلط عقائد کو سب سے پہلے علماء لدھیانہ نے چیلنج کیا اور ۱۳۰۱ھ میں جب وہ اپنے خسر کے پاس لدھیانہ پہنچے اور وہاں اپنی مجددیت کا نغمہ الاپنا شروع کیا تو بعض لوگ اس کے ہم نوا ہو گئے اور انہوں نے ایک جلسے کا اہتمام کیا اور اس جلسے کے اعلان کے سلسلے میں بعض لوگوں نے مرزا غلام احمد کی مدح و ستائش کرتے ہوئے کہا کہ جو ان پر ایمان لائے گا گویا اول مسلمین میں شمار ہو گا۔

یہ بات سن کر لدھیانہ کے ایک عالم دین مولانا عبداللہ لدھیانویؒ اٹھے اور انہوں نے کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی مجدّد یا بزرگ نہیں بلکہ وہ انتہا درجہ کا ملحد اور زندیق ہے۔ اس کے جواب میں مرزا غلام احمد قادیانی کے حامیوں نے کہا کہ تم مرزا غلام احمد قادیانی کی شہرت سن کر حسد میں مبتلا ہو گئے ہو۔

بہرحال دوسرے دن مرزا غلام احمد قادیانی لدھیانہ جلسہ کے لیے آیا تو لدھیانہ کے علماء کرام نے اس کی کتابوں سے کفریہ کلمات اور عقائد کو جمع کر کے اس کی روشنی میں کفر کا فتویٰ صادر کیا۔ ان کے فتویٰ کی ابتدائی طور پر کافی مخالفت ہوئی کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی مناظرِ اسلام کی حیثیت سے اعلیٰ شہرت پا چکا تھا اور اس کے عقائد لوگوں کے سامنے پوری طرح نہیں آئے تھے۔

بہرحال علماء لدھیانہ اپنے موقف پر مضبوطی کے ساتھ ڈٹے رہے اور اپنے فتویٰ کی تصدیق کے لیے دارالعلوم دیوبند گئے جس پر مولانا محمد یعقوب مہتمم دارالعلوم دیوبند

نے حسب ذیل فتویٰ جاری کیا:

”یہ شخص میری دانست میں لامذہب معلوم ہوتا ہے۔ اس شخص نے اہل اللہ کی محبت میں رہ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا۔ اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے۔“

ادھر وقت کے عظیم صوفی بزرگ مولانا شاہ عبدالرحیمؒ نے اپنے روحانی وجدان سے واضح طور پر فرمادیا:

”اس شخص کا بے دین ہونا ظاہر ہے۔ اس کے بارے میں متذبذب رکھنے والے علماء جلد ہی اس کو کافر قرار دیں گے۔“

چنانچہ مولانا شاہ عبدالرحیمؒ کی پیش گوئی کے بعد جلد ہی تمام علماء کرام نے متفقہ طور پر مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو کافر اور خارج از اسلام قرار دیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد علماء حرمین شریفین کو بھیجے گئے تو مکہ معظّمہ کے رئیس القضاۃ شیخ عبداللہ بن حسین نے درج ذیل فتویٰ جاری کیا:

”مدّعی نبوّت کے کفر میں کوئی شبہ نہیں۔ جو قادیانی کے دعویٰ کی تصدیق کرے یا اس کی متابعت کرے وہ بھی مدّعی نبوت کی طرح کافر ہے۔ اہل اسلام سے اس کا رشتہ نکاح و بیاہ نہیں۔“

فہرست مضامین

مقدمہ ۲۰

تحریر در تکفیر غلام احمد قادیانی ۲۵

❖ انطباق العنوانین علی المعنونین ۲۹

❖ (اشتہار) ۵۲

❖ (حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام) ۶۰

رسالہ کشف الغطاء عن أبْصَارِ مَنْ ضَلّ وغویٰ ۶۲

❖ مقدمہ ۶۲

❖ مقصد ۶۶

❖ خاتمہ ۸۷

مولانا محمد عبد اللہ صاحب لدھیانویؒ کا کشف اور انتقال ۹۰

حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم سہارنپوریؒ کا فرمان ۹۱

خاندان علمائے لدھیانہ کے متعلق حکیم الاسلام کے تاثرات ۹۲

مقدمہ

بعد الحمد والصلوۃ مسکین محمد بن مولانا مولوی عبد القادر صاحب لودھیانوی ہیچ خدمت اہل اسلام کے عرض رساں ہے کہ احوال فرخ مآل اپنے خاندان کا بطور اختصار بیان کرتا ہوں۔ اصلی مسکن ہمارے جد امجد اعنی حافظ عبدالوارث کا موضع نوکھروال ضلع جالندھر میں تھا۔ حکیم اور حافظ تھے۔ مولوی عبداللہ صاحب وانگوی جو اپنے وقت کے زبردست عالم اور ولی مشہور تھے۔ صدہا ان سے فیض پاکر علم ظاہر اور باطن کے پیشوا ہوگئے۔ خوردسالی میں قرآن شریف اڑھائی ماہ میں حفظ کرلیا تھا۔ قصیدہ بردہ شریف جس کے اشعار عربی زبان میں دو سو سے زیادہ ہیں دو دفعہ سننے سے تیسری دفعہ یاد سنایا۔ آپ کی کرامات بے شمار ہیں۔ انتقال کے بعد جب ان کو بسبب لحد میں پانی جانے کے قبر سے بعد چالیس دن کے نکالا تو کل جسم آپ کا زندوں کی طرح نرم پایا۔ ناخن اور بال بڑھے ہوئے تھے۔

آپ نے علم ظاہری مولانا مولوی جان محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا اور فیض باطن میں آپ حاجی لطف اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے (جو مرزا جان جاناںؒ کے مرید تھے) بیعت کر کے کمال حاصل کیا۔ آپ کی صاحبزادی سے ہمارے جدّ امجد مذکور کا نکاح ہوا۔ ان سے دو فرزند ہوئے:

ایک عمویم میاں غلام نبی صاحب جن کے تین فرزند ہوئے۔ ایک میاں جی کریم بخش جو حکیم اور مدرس تھے۔ دوسرے میاں جی عبداللہ، جو علم فقہ میں کمال رکھتے

تھے۔ تیسرے مولوی اسماعیل صاحب جو دیندار عالم تھے۔

دوسرے مولانا مولوی عبدالقادر صاحب ہمارے والد تھے۔ آپ کے چار فرزند باقی رہے۔ پہلے مولوی سیف الرحمن صاحب، جو مولوی محمد آفاق کے والد تھے۔ دوسرے راقم الحروف اعنی محمد۔ میرا ایک بیٹا حافظ زکریا ہے۔ جس نے بعد تحصیل علوم کے کچھ اوپر تین ماہ کے اندر قرآن شریف حفظ کر کے ستائیسوں شب رمضان کو ایک رکعت میں کچھ اوپر چھ گھنٹے کے اندر سنا دیا۔

تیسرا فرزند آپ کا مولوی عبداللہ صاحب مرحوم تھے۔ جن کی ہمت مردانہ سے فرقہائے باطلہ خصوصاً غیر مقلدین اور نیچری اور قادیانی از حد خوفزدہ تھے۔ ان کے چھ بیٹے ہیں: ایک عبدالقادر ہے جو تحصیل علوم میں قدرے ساعی ہے۔ دوسرے حافظ محمد یحییٰ جو علوم عربیہ میں بھی اس کو ملکہ ہے اور قرآن کا حافظ بھی ہے۔ عبادات کی طرف اس کو بہت رغبت ہے۔ تیسرا مولوی محمد رمضان جو اس نے علوم عربیہ میں پورا ملکہ حاصل کیا ہے۔ اور چہارم عبدالرحمن جو ہدایہ وغیرہ پڑھ رہا ہے۔ پنجم ولی اللہ اور ششم محمد نعیم جو قرآن کے حفظ کرنے میں کوشش کر رہے ہیں۔

چوتھا فرزند آپ کا مولوی عبدالعزیز صاحب ہیں۔ جو اس دیار میں علوم ظاہری اور باطنی میں از حد مشہور ہیں۔ ان کے دو فرزند ہیں: ایک مولوی محمد اسحاق اور دوسرا عبدالرشید جو حافظ قرآن ہے۔ اور علوم عربیہ کی تحصیل میں ساعی ہے۔

چونکہ ہمارے والد صاحب ہمہ تن امورِ دینیہ میں مصروف رہے جس کا ثمرہ یہ ہوا کہ اب تک ان کی اولاد میں سے کسی نے انگریزی ملازمت کی خواہش نہیں کی۔ سنا گیا ہے کہ ایام طفولیت میں آپ کو پاوے کے پاس واسطے تعلیم کے سپرد کیا گیا۔ وہاں آپ کو کہا گیا کہ یوں کہا کرو! پاوا جی کے پیریں پو! یعنی اپنے استاد کے سر پر پاؤں کو رکھو۔ آپ نے بس اس لفظ

کوزبوں جان کردوبارہ اس کے پاس نہ گئے۔ طالب علمی کی حالت میں ایک دفعہ آپ جے پور سے دہلی آئے۔ کسی نے روٹی نہیں دی اور نہ آپ نے کسی سے طلب کی۔ کئی دن بعد دہلی میں آکر کھانا کھایا۔

ایک دفعہ بریلی کے قاضی نے آپ سے التجاء کی کہ آپ سو روپے مشاہرہ پر میرے لڑکے کو پڑھایا کرو۔ آپ نے وعظ میں رشوت کی تردید کرکے قاضی کو فرمایا! آپ کے یہاں رشوت کا روپیہ آتا ہے۔ اگر ہم نے آپ کی نوکری اختیار کرلی تو حرام کی تاثیر ہمارے رگ وریشہ میں ہوجائے گی۔ تو پھر ہم اپنی باقی عمر کس طرح گزاریں گے۔ جب یہ خبر آپ کے استاد آخون عبدالرحمن صاحب کو (جو بڑے زبردست عالم بحرالعلوم کے شاگرد تھے۔ جن سے مفتی شرف الدین رامپوری جو اسی علموں کو بلا مطالعہ پڑھانے کا دعوی رکھتے تھے، خوف کھاتے تھے۔) پہنچی۔ فرمانے لگے: علم اسی کا نام ہے۔ ہم لوگ تو مثل گدھے کے کتابوں سے لدے ہوئے ہیں۔

ایک دفعہ آپ کے استاد نے مغرب کے وقت مجمع میں آپ کو امام بنایا۔ آپ نے سورہ واقعہ درد آمیز آواز سے جو پڑھنی شروع کی۔ آپ کے استاد نماز میں باآواز بلند زار زار روتے رہے۔ فرمانے لگے میں ولایتی سخت آدمی ہوں۔ میں نے ایک آنسو چشم سے نہیں نکالا لیکن آج اس شخص کے پڑھنے سے ایسا متاثر ہوا گویا حشر قیامت برپا ہے۔ اور جو کچھ اس سورۃ میں بیان ہے۔ سب کچھ میرے روبرو گزر رہا ہے۔ ایک دفعہ آپ نہنک خان قوم افغان کا (جو موضع کوٹلہ متّصل روپڑ رہتا تھا) خلاف شرع حال سن کر گئے۔ جب کھانا آیا تو فرمایا۔ اول آپ دعوتِ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم قبول کرو۔ بعد میں ہم تمھاری دعوت قبول کریں۔ نہنک خان نے کہا کہ شاہ عبدالعزیزؒ اور بڑے بڑے واعظوں کے وعظ سنے۔ آپ کھانا کھائیں۔ آپ نے جوش میں آکر خان صاحب مذکور کو وعظ کرنی شروع کی۔ فوراً متاثر ہوکر

تائب ہوا۔ کچھ زمیں انعام میں آپ کو دینے لگا۔ آپ نے انکار کیا۔ اور شاہ زمان کابلی سے فہمائش کر کے ایک لڑکی کا نکاح کروادیا۔ اور خود شاہ زمان نے مسجد میں آکر نماز پڑھنی شروع کردی۔ بلکہ چالیس روز تک پنج وقتہ خود شاہ زمان نے اذان دی۔

ایک دفعہ ڈپٹی کمشنر لدھیانہ نے آپ کو واسطے تفتیش مقدمہ مولدل کے طلب کیا۔ آپ نے اثناء گفتگو میں بیان کیا کہ بعض انبیاء اور اولیاء پر سکر کی حالت غالب ہوتی ہے۔ ان سے خرق عادات زیادہ صادر ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عیسیٰؑ، حضرت علیؓ اور حضرت پیران پیرؒ پر یہ حالت غالب تھی۔ اس واسطے ان حضرات سے معجزات وکرامات زیادہ سرزد ہوئے۔ جس کی باعث غلو محبت میں آکر عیسائی عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہہ کر گمراہ ہوئے۔ اہل تشیع اور بدعتی لوگ زیادہ محبت میں آکر راہِ امت چھوڑ کر گمراہی میں پڑے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوۃ خادم الطلباء محمد بن مولانا مولوی عبد القادر صاحب مرحوم لدھیانوی بیچ خدمت اہل اسلام کے عرض کرتا ہے کہ جو فتوے ہمارے خاندان کے متفرق ہیں ان کو ایک جگہ جمع کر کے لکھا جاتا ہے۔ چونکہ یہ کل فیض ہمارے والد بزرگوار کا ہے۔ اس لیے نام اس کا فتاویٰ قادریہ رکھا۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اجر آخرت ہم کو اور اس پر عمل کرنے والوں کو عطا کرے۔

آمین یارب العالمین

تحریر در تکفیر غلام احمد قادیانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوۃ اہل اسلام کو معلوم ہو کہ اکثر جاہل اور نابلد مرزا غلام احمد قادیانی ملحد کو عیسیٰ مسیح گمان کرتے ہیں اور عوام کو بہکا کر بے ایمان بناتے ہیں لہٰذا اس کے کافر اور مرتد ہونے کا حال بطورِ اختصار حیزِ تحریر میں لایا جاتا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے شہر لدھیانہ میں آکر ۱۳۰۱ ہجری میں دعویٰ کیا کہ میں مجدّد ہوں۔ عباس علی صوفی اور منشی احمد جان معہ مریدان اور مولوی محمد حسن معہ اپنے گروہ اور مولوی شاہ دین اور عبدالقادر اور مولوی نور محمد مہتمم مدرسہ حقانی وغیرہ نے اس کے دعویٰ کو تسلیم کر کے امداد پر کمر باندھی۔ (۱) منشی احمد جان نے معہ مولوی شاہ دین و عبدالقادر ایک مجمع میں جو واسطے اہتمام مدرسہ اسلامیہ کے اوپر مکان شاہزادہ صفدر جنگ صاحب کے تھا، بیان کیا کہ علی الصباح مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اس شہر لدھیانہ میں تشریف لائیں گے۔ اور اس کی تعریف میں نہایت مبالغہ کر کے کہا کہ جو شخص اس پر ایمان لائے گا گویا وہ اوّل مسلمان ہو گا۔

مولوی عبداللہ صاحب مرحوم برادرم نے بعد کمال بردباری اور تحمل کے فرمایا

---

(۱) بعد میں رفتہ رفتہ سب نے قادیانی کے گمراہ ہونے پر اتفاق کیا، صرف عبدالقادر ہی اس چاہِ ضلالت میں غرق کیا۔

اگرچہ اہل مجلس کو میرا بیان کرنا ناگوار معلوم ہو گا لیکن جو بات خدا جلّ شانہٗ نے اس وقت میرے دل میں ڈالی ہے، بیان کیے بغیر میری طبیعت کا اضطراب دور نہیں ہوتا۔ وہ بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی جس کی تم تعریف بیان کررہے ہو، بے دین ہے۔ منشی احمد جان بولا کہ میں اوّل کہتا تھا کہ اس پر کوئی عالم یا صوفی حسد کرے گا۔ راقم الحروف نے مولوی عبداللہ صاحب مرحوم کو بعد برخاست ہونے جلسہ کے کہا کہ جب تک کوئی دلیل معلوم نہ ہو بلا تامّل کسی کے حق میں زبان طعن کی کھولنی مناسب نہیں۔ مولوی عبداللہ صاحب نے فرمایا کہ اس وقت میں نے اپنی طبیعت کو بہت روکا لیکن آخرالامر یہ کلام جو خدا جلّ شانہٗ نے جو میرے لیے اس موقع پر سرزد کروایا ہے، خالی اَز اِلہام نہیں۔

اس روز مولوی عبداللہ صاحب بہت پریشان خاطر رہے۔ بلکہ شام کو کھانا بھی تناول نہ کیا۔ بوقت شب دو شخصوں سے استخارہ کروایا اور آپ بھی اسی فکر میں سو گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک مکان بلند پر معہ مولوی محمد صاحب و خواجہ احسن شاہ صاحب بیٹھا ہوں۔ تین آدمی دور سے دھوتی باندھے ہوئے چلے آتے معلوم ہوئے۔ جب نزدیک پہنچے تو ایک شخص جو آگے آگے آتا تھا اس نے دھوتی کو کھول کر تہبند کی طرح باندھ لیا۔ خواب ہی میں غیب سے یہ آواز آئی کہ مرزا غلام احمد قادیانی یہی ہے۔ اسی وقت خواب سے بیدار ہو گئے۔ اور دل کی پراگندگی یکلخت دور ہو گئی۔ اور یقین کلی حاصل ہوا کہ یہ شخص پیرایۂ اسلام میں لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ موافق تعبیر خواب کے دوسرے دن قادیانی معہ دو ہندوؤں کے لدھیانہ میں آیا۔ استخارہ کنندگان میں سے ایک کو معلوم ہوا کہ یہ شخص بے علم اور دوسرے شخص نے خواب میں مرزا کو اس طرح دیکھا کہ ایک عورت برہنہ تن کو اپنی گود میں لے کر اس کے بدن پر ہاتھ پھیر رہا ہے۔ جس کی تعبیر یہ ہے کہ مرزا دنیا جمع کرنے کے درپے ہے، دین کی کچھ پرواہ نہیں۔

فی الواقع ان دونوں خوابوں کی صداقت میں بھی کچھ شک نہیں۔ مرزا کو سوائے انشا پردازی کے اور کچھ نہیں آتا۔ خصوصاً علومِ دینیہ سے بالکل بے بہرہ ہے۔ ورنہ براہین احمدیہ کو قبل از تصنیف بلا تعین ضخامت کیوں فروخت کرکے مالِ حرام کو اپنے کھانے پینے میں صَرف کرتا۔ کیونکہ ایسی بیع شرعًا ناجائز ہے۔ پس جو لوگ اس کتاب کی تشییع میں عالم کہلا کر مثل عبدالقادر وغیرہ کے ساعی رہے ہیں، کمال درجہ کے نادان اور جاہل ہیں۔

اور قادیانی کا صرف حطامِ دنیا جمع کرنے کا مدّ ِنظر ہونا بھی اسی کتاب کے فروخت کرنے سے ظاہر ہے۔ کیونکہ تین چار حصہ کتاب مذکور کے چند اجزاء میں طبع کرا کے جو فی الواقع دو تین روپیہ کی مالیت ہے، دس دس اور پچیس پچیس روپیہ بایں وعدہ لوگوں سے مرزا اور اس کے دلّال عبدالقادر نے وصول کیے ہیں کہ یہ کتاب بہت بڑی بنے گی۔ اور باقی جلدیں طبع ہو کر وقتاً فوقتاً ہر خریدار کو پہنچتی رہیں گی۔ جب لوگوں سے روپیہ دام دے کر وصول کر چکے تو باقی کتاب کا طبع کرانا یکلخت موقوف کر دیا۔ کیونکہ اس میں کوئی صورت منافع کی نہیں۔ یعنی جس قدر مطبوع ہوگی، جن سے پہلے روپیہ حاصل کر چکے ہیں ان کو بلا قیمت دینی پڑے گی۔ لہٰذا اس کے بقیہ کو ہم آشیانۂ عنقاء کرنا مناسب سمجھ کے نئی نئی تالیفات شائع کرکے روپیہ جمع کرنا شروع کیا۔

جس روز قادیانی شہر لدھیانہ میں وارد ہوا تھا راقم الحروف اعنی محمد و مولوی عبداللہ صاحب و مولوی اسماعیل صاحب نے براہین کو دیکھا تو اس میں کلماتِ کفریہ انبار در انبار پائے۔ اور لوگوں کو قبل از دوپہر اطلاع کر دی گئی کہ یہ شخص مجدّد نہیں بلکہ زندیق اور ملحد ہے۔

برعکس نہند نام زنگی کافور

اور گرد و نواح کے شہروں میں فتوے لکھ کر روانہ کیے گئے کہ یہ شخص مرتد ہے،

اس کی کتاب کو کوئی خرید نہ کرے۔ اس موقع پر اکثر نے تکفیر کی رائے کو تسلیم نہ کیا۔ بلکہ مولوی رشید احمد گنگوہیؒ صاحب نے ہماری تحریر کی تردید میں ایک طومار لکھ کر ہمارے پاس روانہ کیا۔ اور قادیانی کو مرد صالح قرار دیا اور ایک نقل اس کی مولوی شاہ دین و مولوی عبدالقادر کے مریدوں کے پاس روانہ کی۔ چنانچہ مولوی شاہ دین نے برسر بازار روبرو مریدان منشی احمد جان ومتبعان قادیانی یہ کہہ کر کہ مولوی رشید احمد صاحبؒ نے مولوی صاحبان کی تردید میں یہ تحریر ارسال فرمائی ہے۔ پھر اس کے اٹکل پچو معنیٰ کر کے اس کو خوب سنایا۔

مولوی عبدالعزیز صاحب نے اس تحریر کی بروز جمعہ وعظ میں خوب دھجیاں اڑائیں۔ مولوی عبداللہ صاحب کو اس تحریر کا حال سن کر نہایت فکر ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب نے ایسے مرتد کو مرد صالح کیسے لکھ دیا۔ جناب باری میں دعا کر کے سو گئے۔ خواب میں معلوم ہوا کہ تیسری شب کا چاند بدشکل ہو کر لٹک پڑا۔ غیب سے آواز آئی کہ رشید احمد یہی ہے۔ اسی روز سے اکثر فتوے ان کے غلط مناقض یکے بار دیگرے حیز وجود میں آنے لگے اور اس تحریر کی راقم الحروف نے یہ تردید لکھی۔ يظهر هذا من العدم.

انطباق العنوانین علی المعنونین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوۃ بمکرمی و معظمی مولوی رشید احمد صاحب دام فیضہ ! بعد سلام مسنون الاسلام معروض آنکہ نوازش نامہ آپ کا در باب تعدیل صاحب براہین احمدیہ بجواب تحریر ایں جانب پہنچا۔ چونکہ اکثر اقوال جناب کے میری سمجھ میں نہیں آئے اور نیز سکوت بحکم ”الساکت عن الحق شیطان أخرس“(حق بات سے خاموش رہنے والا گونگا شیطان ہے۔) نہیں کر سکتا۔ لہٰذا یہ عرض ہے کہ میرے خدشات کے جوابات تحریر فرمادیں یا بموجب ”انظر إلی ما قال ولا تنظر إلی من قال“ (اس بات کو دیکھو جو کہنے والا کہہ رہا ہے، کہنے والے کو مت دیکھو۔) خدشات مذکورۃ الذیل کو مقالاتِ حقہ قرار دیں۔

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین.

قال:

اگرچہ بعض اقوال میں در بادی الرائے خدشہ ہوتا ہے مگر تھوڑی سی تاویل سے اس کی تصحیح ممکن ہے۔ لہٰذا آپ جیسے اہل علم سے بہت تعجب ہوا کہ آپ نے ایسے امرِ متبادر معنیٰ کو دیکھ کر تکفیر وارتداد کا حکم فرمایا۔ اگر تاویل قلیل فرما کر اس کو خارج اسلام سے نہ کرتے تو کیا حرج تھا۔

اقول:

وباللہ التوفیق ! توقّف کرنا علماء کا ایسے مقام میں عوام کو گمراہی میں ڈالنا ہے۔

کیونکہ تاویل کا وہ نام تک نہیں جانتے۔ دیکھیے علماءِ اہل شرع نے اسی جہت سے منصور کو مروا ڈالا۔ ورنہ اس سے ایسا کلمہ نہیں صادر ہوا جو قابل تاویل نہ ہو۔ لہٰذا آپ جیسے اہل فضل سے تعجب ہوا کہ جو کلمات صرف کفریہ ہیں ان کی تاویلات کے درپے ہوئے۔ بے دیدہ ودانستہ اس کو صالح مسلمان قرار دے کر عوام کو گمراہی میں ڈال دیا۔ دیکھیے صاحب طریقہ محمدیہ کیا لکھتے ہیں:

ما يدعيه بعض المتصوفة في زماننا إذا أنكر بعض أمورهم المخالف للشرع أن حرمة ذلك في العلم الظاهر وإنا أصحاب العلم الباطن وإنه حلال وإنكم تاخذون من الكتاب وإنا نأخذ من صاحبه مُحَمَّد عليه الصلوة والسلام فإذا أشكل علينا مسئلة استفتيناها فإن حصل قناعة فبها وإلا راجعنا إلى الله تعاليٰ فنأخذ منه، ونحو ذلك من الترهات كله إلحاد وضلال وازدراء للشريعة الحنيفية وعدم الاعتماد عليها العياذ بالله تعاليٰ من ذلك، فالواجب عليٰ كل من سمع مثل هذه الأقاويل الباطلة الإنكار على قائله والجزم ببطلان مقاله بلا شك ولا تردد ولا توقف ولا تلبث وإلا فهو من جملتهم يحكم عليه بالزندقة.

قال:

تکفیر مسلم کی ایسا سہل امر نہیں کہ اسی طرح ذرا سی بات پر جھٹ پٹ کافر کہہ دیا جاوے۔ خیال فرماویں کہ فخر عالم ﷺ کیا فرماتے ہیں۔ مشکوۃ شریف کی کتاب الایمان میں ہے:

ثلاث من أصل الإيمان: الكف عمن قال لا إله إلا

اللّٰه ولا نكفره بذنب ولا نخرجه من الإسلام بعمل.

(مشكاة المصابيح: باب الكبائر: ٥٩)

دوسری حدیث ہے کہ جو کوئی تکفیر مسلمان کی کرتا ہے تو دونوں میں سے ایک ٹھکانہ لیتا ہے۔

اقول:

وباللہ التوفیق! ظاہر معنیٰ اس حدیث کے اگرچہ آپ کے کلام کے مؤید ہیں لیکن وہ معنیٰ ہرگز کسی محدّث نے مراد نہیں لیے۔ ورنہ جو کفار موحّد ہیں اور آنحضرت ﷺ کی نبوت سے انکاری ہیں کافر نہ ہوئے اور اسی طرح جو لوگ مدّعی اسلام اولیاء اللہ کو حاضر ناضر اور قبروں کو سجدہ کرنا اپنے اعتقاد میں درست جانتے ہیں کافر نہ ہوئے۔ اور نیز جہاد خلیفۂ اوّل کا منکرین زکوٰۃ پر باتفاق صحابہ اس تعمیم کو اٹھاتا ہے۔ غرض آیات اور احادیث اسی کی تعمیم کو دور کرنے والی بکثرت ہیں۔ آپ کو یاد دلانا گویا لقمان کو حکمت سکھانا ہے۔ سو مولانا صاحب اسلام ایسی شئ ہے کہ ذرا سی بات کی بات میں انکار کرنے سے باقی نہیں رہتا۔ جو شخص پردۂ الہام اور مجدّدیت میں پیغمبروں سے بڑھ کر برملا دعویٰ کر رہا ہے اور صدہا آیاتِ قطعیّات کو اس ضمن میں پسِ پشت ڈال رہا ہے، کیونکر کافر نہ ہو۔

قال:

اور صاحب مذہب سے منقول ہے کہ "لا تكفّر أحدا من أهل القبلة" کہ جس کے باعث علماء نے تکفیرِ معتزلہ وغیرہ سے اجتناب کیا ہے۔ اگرچہ ہفواتِ معتزلہ آپ کو معلوم ہیں کہ کس درجہ کے ہیں۔ علیٰ ہذا شیعہ کی تکفیر میں اکثر کو تردّد ہے۔

اقول:

وباللہ التوفیق! معنیٰ اس کلام کے یہ ہیں کہ جب تک اہل قبلہ سے کوئی موجباتِ

کفر ثابت نہ ہو تب تک اس کی تکفیر کرنی درست نہیں۔ خود صاحب مذہب اپنی کتاب فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

لَا نكفر مُسلما بذنب من الذّنُوب وإن كَانَت كَبِيرَة إذا لم يستحلها. انتهيٰ بلفظه (الفقه الأكبر: ص ٤٣)

ملا علی قاریؒ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

إن المراد بعدم تكفير أحد من أهل القبلة عند أهل السنة والجماعة أنه لا نكفر ما لم نجد شيئا من أمارات الكفر وعلاماته ولم يصدر شيئ من موجباته. انتهیٰ

اس واسطے اہل اسلام نے فرقہ ہائے اہل ہوا کو جو ضروریاتِ دین کے منکر ہیں برملا کافر کہا ہے۔ صاحب مواقف بعد نقل اقوال اہل ہوا معتزلہ، شیعہ، خوارج وغیرہ کی تکفیر اور تضلیل ان کے اہل سنت والجماعت سے بلا خلاف صاف صاف نقل کرتا ہے:

قال في المواقف ناقلا بعض المعتزلة: الناس قادرون على مثل القرآن وأحسن نظما وبلاغة ولا دلالة في القرآن على حلال وحرام وللعالم الهان: قديم ومحدث، هو المسيح الذي يحاسب الناس في الآخرة، واليهود والنصاريٰ والمجوس والزنادقة يصيرون في الآخرة ترابا لايدخلون جنة ولا نارا.

وعن بعض الشيعة: إنه كفر الصحابة بترك بيعة علي وكفر علي بترك طلب الحق. وقال بالتناسخ: لله تعالي جسم في صورة الانسان بل رجل من نور على رأسه تاج من نور، كان روح الله في آدم ثم في شيث ثم في

الأنبياء والائمة حتى انتهت إلى علي وأولاده الثلاثة ثم إلى عبد الله، والائمة أنبياء وأبو طالب نبي، ففرض طاعته والجنة نعيم الدنيا والنار آلامها والدنيا لا يفني واستباحوا المحرمات وتركوا الفرائض. وعن بعض الخوارج: كفر علي بالتحكيم وابن ملجم محق في قتله.

وعن بعضهم: استبعث من المعجم كتاب يكتب في السماء وينزل عليه جملة واحدة، وعن بعض المرجئة: الإيمان هو معرفة بالله ورسله بما جاء من عند الله إجمالا لا تفصيلا. قد فرض الله الحج ولا أدري أين الكعبة ولعلّها بغير مكة، وبعث مُحَمَّدا ولا أدري أهو الذي بالمدينة أم غيره، وحرم الخنزير ولا أدري أهو هذه الشاة أم غيرها، وغسان كان يحكيه عن أبي حنيفة ويعدّه من المرجئة وهو افتراء عليه.

وقال بعد ذكر الفرق الضالة عند اختتام عقائد أهل السنة والجماعة: لايكفر أحد من أهل القبلة إلا بما فيه نفي الصانع القادر العالم أو شرك أو انكاره النبوة أو انكار ما علم مجيئه عليه الصلوة والسلام به ضرورة أو إنكار المجمع عليه كاستحلال المحرمات. وأما ما عداه فالقائل به مبتدع غير كافر. وللفقهاء في معاملتهم خلاف هو خارج عن بحثنا هذا. انتهیٰ ملخصا

اب آپ نظر غور سے فرمائیے کہ ہم ان فرقہ ہائے مذکورۃ الصدر کو صرف آپ کے مقلد ہوکر کافر نہ کہیں؟ یہ آپ ہی کا منصب ہے کہ جو اہل قبلہ قرآن کے اعجاز کا قائل نہ

ہو اور دو خدا ہونے کا اور کل صحابہ کے کفر کا اور ابو طالب کی پیغمبری کا اور کتاب مجسم اپنے اوپر نازل ہونے کا اور ترکِ عبادات اور ارتکاب محرّمات کو مضر نہ سمجھنے کا قائل ہو، اس کو مسلمان قرار دینا۔ كبرت كلمة تخرج من افواههم!

قال:

کون سا قول صاحب براہین احمدیہ کا ہے جو معتزلہ اور روافض کے کسی عقیدہ کے اور قول کے برابر بھی ہو اور تاویل صحت کی قبول نہ کر سکے۔ کہ جس پر آپ نے قائل پر ارتداد کا فتویٰ دے دیا۔

اقول:

وباللہ التوفیق! "الأرض والسماء معك كما معي، خلقت لك ليلا ونهارا" وغیرہ چند اقوال اس کے اس قبیل کے ہیں کہ تاویل صحت کی اس کو ہرگز قبول نہیں کر سکتی۔ اور نیز ورقہ دوم جلد ثالث کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس شخص نے آیاتِ قطعیات سے قطعی طور پر انکار ظاہر کیا ہے۔ البتہ اگر قرامطہ کی طرح دروازہ تاویلات کا کھولا جائے جیسا کہ شارح مواقف نے نقل کیا ہے:

حيث قال تحت قول المصنف وتأويل الشرائع كقولهم: الوضوء عبارة من موالاة الإمام والتيمم هو الأخذ من الماذون عند غيبة الإمام الذي هو الحجة والصلاة عبارة عن الناطق الذي هو الرسول بدليل قوله تعالي: الصلوة تنهي عن الفحشاء والمنكر. والاحتلام عن إفشاء السر والغسل عن تجديد العهد والزكاة تزكية النفس والكعبة النبي والباب عليّ إلى غير ذلك من خرافاتهم. انتهىٰ

توکوئی کلمہ کسی اہل ردّہ کا کفر کیا، گناہ بھی نہیں بن سکے گا۔

قال:

مولانا بلکہ اس کے معتقدین کو بھی کافر کہہ دیا اگرچہ وہ لوگ فقط تائید مذہب اسلام کے معتقد ہیں۔

اقول:

وباللہ التوفیق! ذرا غور کرنے کا مقام ہے کہ کلماتِ کفریہ نقل کرنے کے بعد ان کے قائل اور معتقدین کو کافر کہنے سے یہ مراد لینی کہ اس کو ممد اسلام سمجھتے ہیں اور اس کے ان کلمات پر اعتقاد نہیں رکھتے وہ بھی کافر ہیں، آپ جیسے باذوق سے کمال بعید ہے۔

قال:

مولانا! اس صورت میں آپ کی تکفیر سے شاید کوئی اوّلین آخرین لوگ نجات نہ پاویں۔ جب علماءِ متکلّمین تکفیر معتزلہ کی نہیں کرتے اور خلق ان کی معتقد ہے۔

اقول:

وباللہ التوفیق! تحقیق ماتقدّم سے صاف ظاہر ہے کہ علماءِ متکلّمین تکفیر فرقہائے ضالّہ کی جو ضروریاتِ دین سے منکر ہیں برابر کرتے چلے آئے ہیں اور کر رہے ہیں۔ صرف آپ کے نزدیک فرقہائے مقدمۃ الذکر سب کے سب دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہیں۔إن هذا إلا اختلاق

قال:

مولانا! علماء محققین نے ان کلماتِ کفریہ میں جو اہل فتاویٰ نے کفریہ نقل کیے ہیں، بھی تامّل درباب تکفیر کیا ہے۔

اقول:

وباللہ التوفیق! بلکہ محققین نے تکفیر کو پایۂ تحقیق تک پہنچا کر غیر محقق کو تامّل کا حکم

فرمایا ہے۔ دیکھیے محقق دوانی شرح عقائد جلالی میں کیا لکھتے ہیں:

حیث قال: لایکفر أحد من أهل القبلة إلا بما علم فيه نفي الصانع القادر المختار أو شرك أو انكار النبوة أو انكار ما علم مجيء محمد ﷺ به ضرورة أو انكار أمر مجمع عليه قطعا. اه

فإن قلت: نحن نري الفقهاء يكفّرون بكلمات ليس فيها شيئ من الأمور التي عدّها المصنف من موجبات الكفر، كما ذكروا في باب الردّة أنه لو قال شخص: إني أري الله في الدنيا يكلمني شفاها كفر.

قلت: حكمهم بالردة في الكلمات مبني على أنه يفهم منه أحد الأمور المذكورة والظاهر أنّ التكفير في المسئلة المذكورة بناء على دعوي المكالمة، فإنها منصب النبوة بل أعلي مراتبها. وفيه مخالفة ما هو من ضروريات الدين، وهو أنه ﷺ خاتم النبيين عليه وعليهم أفضل صلوات المصلّين. وقس عليه البواقي من الكلمات وتأمّل فيها ليظهر لك إشعارها بأحد الأمور التي فصّلها المصنف غفر ذنوبه. انتهيٰ ملخصا

حاصل ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر کوئی فقہاء پر یہ اعتراض کرے کہ بعض کلماتِ کفریہ جو فتاویٰ میں درج ہیں، کوئی وجہ کفر کی ان میں جو علماء متکلّمین نے لکھی ہیں پائی نہیں جاتی۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ جو شخص کہے کہ میں نے خدا کو ظاہر دنیا میں دیکھا ہے اور میں نے اس سے

کلام کی ہے، کافر ہوجاتا ہے۔ تو اس کا کیا جواب ہے؟

محقق دوانی اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ قصور تمھاری سمجھ کا ہے۔ دیکھو خدا تعالیٰ سے کلام کرنے کا دنیا میں روبرو ہوکر کا دعویٰ کرنا اعلیٰ درجہ پیغمبری کا دعویٰ ہے۔ جس سے آنحضرت ﷺ کا خاتم النبیین ہونا جو نص قرآن سے ثابت ہے، باطل ہوتا ہے اسی طرح بعض کلمات کا حال ہے۔

قال:

مولانا!

روي الطحاوي عن أصحابنا: لا يخرج الرجل من الإيمان إلا جهودنا أدخله فيه ثم ما يتيقن أنه ردة يحكم بها وما يشك أنه ردة لايحكم بها. اه

اقول:

وباللہ التوفیق! اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ جس کلمہ کے معانی میں تردّد پیدا ہو یعنی مفتی کو یہ معلوم نہ ہو کہ قائل کی کیا مراد ہے ایسے مقام میں فتویٰ کفر کا دینا درست نہیں۔ لیکن جو کلمہ اوپر مراد قائل کے محکم ہو، وہ ہرگز ماوّل نہیں بن سکتا۔ آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر آیت "وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين" حضرت کی شان میں محکم ہے تو قادیانی ماصدق علیہ اس آیت کا کیونکر ہوسکتا ہے۔ اگر ایسے نصوصِ قطعیہ کو بزور تاویل کلیہ ٹھہرایا جاوے تو آنحضرت ﷺ کی خاتمیت تو در کنار ہے نبوت کا ثبوت دینا اہل اسلام کو متعذر بلکہ محال ہوجاوے گا۔

قال:

سوادِ ملت کا اتفاق ترادفِ وحی والہام پر۔ صاحب قاموس وحی کا ترجمہ الہام سے

کرتا ہے۔اور بیضاوی وغیرہ نے وأوحینا إلی أم موسی کی تفسیر میں ألهمنا فرمایا ہے۔

اقول:

وباللہ التوفیق! اصل عبارت کو آپ نے نقل نہیں کیا۔ وہ یہ ہے: ”سواد اعظم علماء کا الہام کو مرادف وحی قرار دینے میں متفق ہیں۔“ سواس سے صاف ظاہر ہے کہ اس نے وحی اور الہام کو باعتبار اصطلاح علماء مرادف قرار دیا ہے۔ چنانچہ خود اس نے اسی مقام میں صراحتًا لکھا ہے۔ اور کس سے سن لیا ہے کہ لفظ الہام کے کتب دینیہ میں وہی معنیٰ کرنے چاہییں کہ جو کتب لغت میں مندرج ہیں؟ جبکہ سواد الی آخرہ حالانکہ سراسر غلط ہے۔ دیکھیے امام غزالیؒ کیا فرماتے ہیں :

قال في الإحياء: ثم الواقع في القلب بغير حيلة وتعلم واجتهاد من العبد ينقسم إلى ما لا يدري العبد أنه كيف حصل له ومن أين حصل وإلى ما يطلع معه على السبب الذي منه استفاد ذلك العلم وهو مشاهدة الملك الملقى في القلب. والأول يسمى إلهاماً والثاني وحيا يختص به الأنبياء والأول يختص به الأولياء والأصفياء. انتهيٰ ملخصا (إحياء علوم الدين: ۳/ ۱۸)

صاحب قاموس نے وحی کا ترجمہ صرف الہام سے نہیں کیا بلکہ الہام کو سلک معانی وحی میں منسلک کیا ہے۔

حيث قال: الوحي الإشارة والكتابة والمكتوب والرسالة والإلهام والكلام الملقي. اه

اگر اسی کا نام ترادف ہے تو اشارہ اور کتابت وغیرہ بھی مثل الہام کے مرادف ہوئے۔ إن هذا إلا عُجاب! بیضاوی وغیرہ کا أوحینا إلی أم موسي کی تفسیر میں

أهمنا دال او پر ترادف کے نہیں، بلکہ اس امر پر دال ہے کہ اس مقام میں وحی اپنے معنیٰ متعارف میں مستعمل نہیں۔ دیکھیے صاحب بیضاوی وحی متعارف کو مقابل الہام کے آیت وما كان لبشر أن يكلمه الله الا وحيا کی تفسیر میں قرار دیتا ہے۔ حيث قال: المراد به إلهام والإلقاء أو الوحي المنزل به الملك. انتهىٰ

قال:

ایک عجیب بات ہے خواہ مخواہ کلام کو پھول پھل لگا کر بہ تکلف کفر یہ بنائی جاوے۔

اقول:

وباللہ التوفیق! مقدماتِ مسلّمہ خصم کے نتیجہ نکالنے کا نام تو پھول پھل لگانا ہرگز نہیں ہو سکتا ورنہ دلائل الزامیہ کے قیاسات کو عقیمہ سمجھنا چاہیے۔ كما ترىٰ! البتہ جو شخص اصل عبارات کو چھوڑ کر اور اس کی تائید میں نقل غیر تام لاکر غلط کو بہ تکلف صحیح بنارہا ہے بڑی جانفشانی سے، تو یہاں نقل کو بجائے اصل پھول پھل لگا رہا ہے۔

قال:

الہام کو قطعی کہنا قطعیت اس کی کے یہ معنیٰ ہیں کہ ملہم کے نزدیک جو بہت صاف طرح الہام ہوتا ہے قطعی ہوتا ہے نہ دیگر خلق کے نزدیک خلافِ وحی ۔اھ

اقول:

وباللہ التوفیق! اصل عبارت صاحب کتاب کی یہ ہے: اگر آپ کہیں کہ الہام اولیاء کا علم قطعی کا موجب نہیں تو یہ قول آپ کا صرف ایک وسوسہ ہے۔ قبل بیان الہاماتِ مصنوعہ کے قطعیت کو ثابت کرنا اور اپنے الہامات میں فاكتب وليطبع، وليرسل في الأرض، اور إني راض منك اور فإني قد غفرت لك کا بیان کرنا صاف دال ہے اس امر پر کہ اپنے الہامات کی قطعیت بہ نسبت جمیع خلق اور جنتی ہونا اس قطعی طور پر برملا ثابت کر رہا ہے۔ بلکہ ایک مقام میں اس شخص نے اس مضمون کو تصریحاً بیان کیا ہے۔ وهو هذا:

”اور اس جگہ یہ بھی واضح رہے کہ جو امر بذریعہ الہامِ الٰہی کسی پر نازل ہو، وہ اس کے لیے اور ہر ایک کے لیے واجب التعمیل ہے۔“انتھی ملخصا

اب آپ کی اصلاحات پر قضیہ "كيف يصلح العطار ما أفسده الدهر" کا صادق آرہا ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ در مکتوبات دوصد و نہم جلد اول می فرمایند:

” در رسالہ مبدأ و معاد چند فقرہ نوشتہ است در بیانِ فضیلت انبیاء اولی العزم صلوۃ اللہ تعالیٰ والتسلیمات علیہم و معنیٰ فضیلت ایشاں از بعض دیگر۔ و چوں مبنیٰ آں بر کشف و الہام است کہ ظنی است ازاں نوشتن و تفرقہ نمودن در فضل نادم و مستغفر است، چہ دراں باب سخن کردن جز بدلیل قطعی جائز نیست۔ أستغفر الله وأتوب إلى الله من جميع ما كره الله قولا وفعلا. “ انتھی

ایضا در مکتوبات چہل و یکم:

” فرق درمیانِ ایں دو علوم آنست کہ در وحی قطع است و در الہام ظن، زیرا کہ وحی بتوسط ملک است و ملائکہ معصوم لہذا احتمالِ خطا در ایشاں نیست و الہام اگرچہ محل عالی دارد و آں قلب است و قلب از عالم امر است۔ اما قلب را باعقل و نفس نحوے از تعلق متحقق است و نفس ہرچند تزکیہ مطمئنہ گشتہ است:

ہرچند کہ مطمئنہ گردد — ہرگز ز صفاتِ خود نہ گردد

پس خطا راآں موطن مجال پیدا شد۔ “ انتہیٰ

قال:

یا أحمد یتم اسمك ولا یتم اسمي تمامی کا معنٰی انقضاء وفنائے جان لیں تو اس تاویل میں کیا حرج ہے؟ دوسری معنٰی لے کر کیوں تکفیر کی جائے۔ کہ خدا تعالیٰ کے نام کو ناتمام لکھا اور اپنے نام کو تمام بتایا۔ کیوں یہ معنٰی مقرر کرتے ہو۔ علٰی ہذا القیاس سب امور جو اپنے کہتا ہے اس کو ظلال کمالات انبیاء سمجھ کر۔۔۔۔۔اھ

اقول:

وباللہ التوفیق! دوسرے معنٰی اس واسطے لیے جاتے ہیں کہ یہ مقام درباب مدح مُلهَم (مفعول) کی ہے نہ کہ درباب مدح مُلهِم (فاعل) اور نیز آیت:

ولیتم نعمته علیك ویهدیك صراطا مستقیما.

بر تقدیر فرضیت علاقہ اصلیت وظلیت دوسرے معنٰی کو مؤید ہے۔ اور نیز اس شخص نے دوسرے مقام میں خود یہی معنٰی دوسرے کیے ہیں۔ دیکھیے جلد چہارم صفحہ ۵۱۷ سطر ۱۷:

یرضي عنك ربك ویتم اسمك

خدا تجھ سے راضی ہوگا اور تیرے اسم کو پورا کرے گا۔ انتہی

اب آپ انصافاً فرماویں کہ ہم باوجود فہم وعلم کے معنٰی مدلل ومصرح کو کس طرح پس پشت ڈال کر معنٰی اوّل اختیار کریں۔ اگر صاحب براہین آیت "تاللہ لقد أرسلنا إلی أمم من قبلك، وما رمیت إذ رمیت ولکن اللہ رمي، وما أرسلناك إلا رحمة للعالمین، اور سورۃ إنا اعطیناك الکوثر فصل لربك وانحر" وغیرہ کا ترجمہ حسب واقعہ یعنی ماصدق علیہ ان آیات کا آنحضرت ﷺ کو ٹھہراتا اور ان کے القاء اور الہام کو بطور فال وشگون نیک سمجھتا تو ظلیت کی تاویل اپنے موقع پر ہوتی۔ اس شخص نے تو ہر آیت کے ترجمہ میں بالذات اپنے آپ کو ماصدق علیہ ٹھہرایا ہے۔ اگر اس کا نام ظلیت ہے تو اگر

کوئی منکر اسلام مع اعانت فبهداهم اقتده، واتبع ملة ابرهيم إلى غير ذلك من الآيات خاتم النبیین کے کمالات کو ظلالِ انبیاء ماسبق قرار دے کر انکارِ نبوت کی دلیل پیش کرے تو پھر آپ کیا جواب دے سکو گے۔

شاید اگر آپ یہ جواب دیں کہ بعض کمالات پیغمبر آخر الزمان صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس قبیل کے ہیں کہ انبیاء ماسبق میں موجود نہیں تو پھر علی تقدیر التسلیم یہ کہہ سکتا ہے کہ اس شخص کے بعض کمالات بھی اسی قسم کے ہیں کہ وہ انبیاء ماسبق اور خاتم النبیین میں نہیں پائے جاتے۔ جیسا کہ انگریزی، فارسی، عربی، اردو زبان میں الہامات کا نازل ہونا: الأرض والسماء معك كما هو معي، وخلقت لك ليلا ونهارا إلى غير ذلك مم لم يخاطب به أحد من الأنبياء فيما علم قطعية.

قال:

مولانا! بندہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ صاحب یا دیگر سب لوگ ان کے ان مقالات کو حق تصور کریں یا ان کو ایسا اعتقاد رکھو جیسا کہ وہ کہتے ہیں۔ یہ مطلب ہرگز نہیں۔

۱. ہو سکتا ہے کہ انہوں نے یہ سب افتراء کیا ہے۔

۲. یا ان کو یہ امور بطور القاءِ شیطانی پیش آئے ہوں۔

۳. یا حدیث النفس قسم کے خطرات ہوں۔

۴. یا واقعی الہامات من اللہ تعالیٰ ہوں مگر اس میں ان کی مخیلہ اور ہَوَاجِس کا اختلاط ہو گیا ہو۔

۵. یا اختلاط نہیں ہوا مگر ان کی تاویلات کچھ اور ہوں۔

۶. یا حق ہوں اور اس کے معنیٰ درست اور صحیح ہوں کہ جس سے کوئی امر غیر مشروع مراد نہیں۔

مگر بہر حال تکفیر کسی وجہ اور شق پر جائز نہیں۔ اگر القاءِ شیطانی ہی ہوئے تاہم اس وقت تک کوئی وجہ ارتداد اور تکفیر کی نہیں پیدا ہو سکتی۔

اقول:

وباللہ التوفیق! اگر آپ کا یہ مطلب نہیں تھا تو آپ نے مولوی عبدالقادر اور شاہ دین مریدوں اپنوں کو کتاب براہین کی ترویج سے کیوں مانع نہ آئے؟ اور جو آپ نے احتمالاتِ ستہ مقالات اس کے کے بیان فرمائے ہیں اگرچہ فی حد ذاتہا محتمل ہیں، لیکن جب آپ نے اس کی ولایت سے انکار ظاہر کیا تو احتمالاتِ ثلاثہ اخیر جو اقسامِ الہامات سے ہیں ہرگز اس مقام میں جاری نہیں ہو سکتے اور احتمالِ اوّل واقعی تصور کیا جاوے تو صاحب مقالات کے کفر پر آیت:

﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ﴾ [الأنعام: ٩٣]

بوجہ اکمل دلالت کر رہی ہے۔ باقی احتمالِ ثانی وثالث اگرچہ فی حد ذاتہا مؤدی بہ تفسیق وتضلیل نہیں ہیں لیکن القاءِ شیطانی وشہواتِ نفسانی کو قطعیاتِ رحمانی قرار دینا کفرِ صریح اور ارتدادِ قبیح ہے۔ بہر حال کلیہ آپ کا کہ تکفیر اس کی کسی وجہ اور شق میں جائز نہیں جزئیہ کے مقام سے بھی گر پڑا۔

قال:

اور فرمانا کہ دعویٰ اس کا انبیاء سے بڑھ کر ہے، اس عاجز کی فہم میں نہیں آتا۔

اقول:

وباللہ التوفیق! دعویٰ الأرض والسماء معك كما هو معي کا پیغمبروں سے بڑھ کر نہیں تو کوئی آیت اس مضمون کی جو کسی پیغمبر کی شان میں نازل ہوئی ہو پیش کریں۔

قال:

مولانا!کسی مسلمان کی تکفیر کر کے اپنے ایمان کو داغ لگانا اور مؤاخذۂ اخروی سر پر لینا سخت نادانی وحماقت ہے۔اھ

اقول:

وباللہ التوفیق! اسی طرح جو شخص اہل قبلہ ہو کر ضروریاتِ دین سے انکار ظاہر کرے یا اور کلماتِ کفریہ زبان پر لائے اس کی تضلیل و تفسیق وتکفیر سے اعراض کر کے مسلمان قرار دے کر اپنے پر بارِ جہالت وضلالت لینا سخت حماقت ہے۔اسی جہت سے علماءِ شریعت قدیم الایام سے اسی طریقہ پر چلے آئے ہیں۔ جب کسی شخص سے کوئی کلمہ شریعت سرزد ہوا سی وقت تکفیر و تضلیل کر کے لوگوں کو بتلا دیا کرتے ہیں، کیونکہ اس میں توقف اور سکوت میں عوام اہل اسلام کے عقائد کو سخت صدمہ پہنچتا ہے۔ دیکھیے منصور کو علماءِ وقت نے باوجود غلبۂ حال کے مروا ڈالا۔ اگر اسی کا نام نادانی اور حماقت ہے تو کل علماء امت بموجب فرمائے آپ کے سخت نادان واحمق ہوئے۔ اب زمانہ إعجاب كل ذي رأيٍ برأيه، لعن آخر الأمة أولها کا بموجب فرمان واجب الاذعان آنحضرت ﷺ کے آگیا۔ أعاذنا الله منه بكرمه.

قال:

یہ بندہ جیسا اس بزرگ کو کافر نہیں کہتا ان کو مجدد و ولی بھی نہیں کہہ سکتا، صالح مسلمان سمجھتا ہوں۔

اقول:

وباللہ التوفیق! جب آپ نے اپنی تحقیق ماتقدم میں اس پر مفتری ہونے کا احتمال بھی جاری کر چکے ہیں تو اب اس کو صالح مسلمان کس طرح قرار دیتے ہیں۔ اگر بہ لحاظ بعض احتمال یہ صادر فرماتے ہیں تو بلحاظ بعض آخر کافر اور مجدد اور ولی کے حکم نکالنے میں آپ کو کیا تردّد ہے۔

قال:

اوران کے ان کلمات کواگر کوئی پوچھے تاویل اور خوداس سے اعراض وسکوت ہے۔

فقط والسلام

اقول:

وباللہ التوفیق! جو تاویلات آپ بیان کر چکے ہیں ان پر جو خدشات میرے ذہن ناقص میں آئے عرض کر چکا ہوں۔اگر کوئی اور تاویل آپ کے ذہن میں ہے تواس کو تحریر فرما دیں۔اور واضح رہے کہ مقالات اس شخص کے قابل تاویل ہیں کہ جس شخص کی دیانت میں شک نہ ہو اور دنیاداروں سے اَزبس متنفر ہو۔البتہ ایسے شخص سے اگر کوئی کلمہ احیاناًغلبۂ حال میں خلافِ شرع صادر ہوتواس کی تاویل کے درپے ہونااس کو معذور سمجھ کر سکوت کرنااہل تصوف نے اختیار کیا ہے۔اور تقلیدان کلمات کی اہل تصوّف کے نزدیک بھی ہرگز جائز نہیں۔

امامِ ربانی مجد دالفِ ثانی صاحب جلد اوّل مکتوبات بست وسوم میں فرماتے ہیں:

وما وقع من بعض المشائخ في السكر من مدح الكفر فمصروف عن الظاهر وإنهم معذورون وغير السكاري غير معذور في تقليدهم لا عندهم ولا عند الشرع. انتهیٰ

ایضادر مکتوبات جلد۲نوشتہ بودندکہ:

”شیخ عبدالکریم یمنی گفتہ است کہ حق سبحانہ تعالیٰ عالم الغیب نیست۔ مخدوما! فقیر را تاب استماعِ امثال ایں سخناں ہرگز نیست بے اختیار رگِ فاروقیم در حرکت می آید وفرصت تاویل وتوجیہِ آں نمی دید۔ قائل آں شیخ کبیر یمنی باشد یاشیخ اکبر شامی، کلامِ محمد عربیؐ در کار است نہ کلام محی الدین عربی وصدر الدین قونوی وعبدالرزاق کاشی۔مارا بنص باید نہ بفص، فتوحاتِ مدنیہ ازفتوحاتِ مکیہ مستغنی ساختہ است۔

حق تعالیٰ در کلامِ مجید خود را بعلم غیب خود می ستاید، نفی علم غیب کردن باو سبحانہٗ بسیار مستقبح و مستکرہ است۔ وفی الحقیقت تکذیب است مر حق سبحانہ، غیب را معنیٰ دیگر گفتن از شناعت نمی برآرد۔

کبرت کلمة تخرج من أفواههم. فيا ليت شعرى ما حملهم على التفوه بأمثال هذه الكلمات الصريحة فى خلاف الشريعة.

منصور اگر انا الحق گوید و بسطامی سبحانی معذور ند و مغلوب در غلباتِ احوال۔ امّا ایں قسم کلام مبنی بر احوال نیست۔ تعلق بعلم دارد و مستند بتاویل است۔ عبد رانمی شاید و ہیچ تاویلے دریں مقام مقبول نیست۔

فإنّ كلام السكارىٰ يحمل ويصرف عن الظاهر لا غيره.

و اگر متکلّم ایں کلام مقصود از اظہارِ ایں کلام ملامت خلق داشتہ باشد و نفرت اینہا آن نیز مستکرہ است و مستہجن۔ از برائے تحصیل ملامت راہہا بسیار است، بچہ ضرورت کسے را تا بسر حد کفر رساند۔ " انتہیٰ

پس جب اہل تصوف غیر مغلوب الحال صوفی کے کلمات پر یہ تشدّد فرمارہے ہیں تو علماءِ شرع ایسے شخص کے مقالات پر جو اہل کفر اور اہل رفض کی تعریف بسبب نفع دنیاوی اس قدر کر رہا ہے کہ ان کو اپنا مخدوم اور سید اور حضرت قرار دے رہا ہے اور جو اہل اسلام اس کی کتاب کے خریدنے سے اعراض کرتے ہیں ان کی مذمت اخبار نویسوں کی طرح اپنی کتاب میں کر رہا ہے، کیونکر تشدد نہ کریں۔ آپ کی تحقیق مقتضی اس امر کی ہے کہ امام نیچر بھی معاذاللہ صالح بلکہ اصلح مسلمان قرار دیا جاوے۔ کیونکہ ہفوات اس کی عقلی طور پر ہیں۔ یعنی وہ اس شخص کی طرح اللہ تعالیٰ پر افترا نہیں کرتا کہ میرے پر یہ کلمات اللہ کی طرف سے نازل ہوئے ہیں۔ بہر حال اس کو صالح مسلمان قرار دینا اور اس کی کتاب کی ترویج سے مانع نہ آنا

آپ کا، گویا عوام اہل اسلام کے واسطے جو تاویل کا نام تک نہیں جانتے، آپ نے گمراہ کرنے کا سامان محقق طور پر از سرِ نو پیش کیا۔ إنا الله وانا اليه راجعون!

دیکھیے صاحب در مختار نے مطالعہ کلماتِ ابن عربیؒ سے کس قدر تہدید نقل کی ہے۔ ان شاء اللہ العزیز حضرتِ احدیت میں ہم لوگ مکفرین مصنوعی پیغمبر ودجّال اور جناب گروہِ ماوّلین میں شمار کیے جاویں گے۔ والله أعلم وعلمه أتم! فقط والسلام

رقمہ

محمد لودھیانوی

وعبداللہ واسمعیل عفی عنہم

پھر اس تحریر کو ہم تینوں ساتھ لے کر جلسہ دستار بندی مدرسہ دیوبند بتاریخ ۱۲ جمادی الاول سنہ ۱۳۰۱ ہجری میں پہنچے۔ دوسرے روز مولوی رشید احمد صاحب ملاقات کے واسطے تشریف لائے۔ بعد ازاں مولوی محمد یعقوب صاحب بھی براہِ مہمان نوازی ملنے کو آئے۔ راقم الحروف نے کچھ حال قادیانی کا بطورِ اجمال زبانی بیان کیا۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا اگر بطور ظلّیت آنحضرت ﷺ اس پر ورود الہامات کا ہوتا ہے تو اس پر کیا عجب ہے؟

میں نے کہا کہ اگر اہل کتاب یہود ونصاریٰ یہ اعتراض کریں کہ جیسا قادیانی پر بسبب ظلیت آیات قرآنی نازل ہو رہی ہیں۔ ایسے ہی تمھارے پیشوا خود مستقل پیغمبر نہیں تھے۔ بلکہ بسبب اتباع ابراہیم علیہ السلام کے ان پر قرآن بطور الہام نازل ہوا ہو گا تو پھر آپ کیا جواب دو گے۔ مولوی صاحب نے لاجواب ہو کر یہ فرمایا کہ میں اس شخص کو اپنی تحقیق میں غیر مقلد جانتا ہوں۔ اور آپ کو اس کی تکفیر سے منع نہیں کرتا، کیونکہ آپ اس کے کل حالات سے بسبب قریب الوطن ہونے کے واقف ہیں اور نیز آپ نے اس کی کتاب براہین کی ہر چہار جلد کو دیکھ لیا ہے۔

بعد ازاں ہم نے تحریر مذکورۃ الصدر کو بتاریخ ۱۴ جمادی الاول ۱۳۰۱ ہجری جلسہ

کی خدمت میں بر سرعام جس میں مولوی مظہر صاحب مرحوم وغیرہ علماء وفضلاء نامدار موجود تھے، پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو جہاں تک آتا تھا آپ کی خدمت میں لکھ کر روانہ کر دیا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ جو کچھ آپ کی تحریر پر اعتراضات وارد کیے گئے ہیں ان کو ملاحظہ فرما کر جواب سے مشرف فرمادیں۔ آپ نے فرمایا مجھ کو جہاں تک علم تھا میں نے لکھ دیا تھا زیادہ اس سے مجھ کو علم نہیں۔ مولوی عبداللہ صاحب نے دوبارہ اس تحریر کو مولوی صاحب کے ہاتھ دے کر آیت وأمّا السائل فلا تنهر پڑھ کر فرمایا کہ آپ اس کا جواب عنایت فرمادیں۔ مولوی صاحب نے تحریر کو واپس دے کر فرمایا کہ ہمارے سب کے مولانا محمد یعقوب صاحب بڑے ہیں۔ اس باب میں جو ارشاد کریں مجھ کو منظور ہے۔ مولوی عبداللہ صاحب نے کھڑے ہو کر بآواز بلند فرمایا کہ جو لوگ اس مسئلہ خاص میں اپنا دین تباہ کر رہے ہیں، اس کا وبال آپ کی گردن پر ہوگا یا ہماری گردن پر۔

بعدازاں ہم وہاں سے روانہ ہو کر مولوی محمد یعقوب صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ فوراً مولوی رشید احمد صاحب کے بڑے صاحب زادہ نے معہ گروہ کثیر جس میں چند عالم مولوی محمود حسن مدرس مراد آباد وغیرہ داخل تھے آکر شور وغل مچایا۔ مولانا یعقوب صاحبؒ نے فرمایا سب کے سب شور مت کرو صرف ایک شخص کلام کرے۔ مولوی محمود حسن صاحب نے بیان کیا کہ یہ تینوں مولوی تین روز سے پکار رہے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کافر ہے اور جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ میں نے کہا کہ یہ امر غلط ہے۔ فریق ثانی نے کہا اب انکار کرتے ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر کہا کہ وہ کون شخص ہے جس سے ہم نے خوف کھا کر انکار کیا۔ ہمارا اوّل سے یہ عقیدہ ہے کہ قادیانی کافر ہے اور جو شخص اس کا ہم عقیدہ ہے وہ بھی کافر ہے۔ جس کو حوصلہ گفتگو کا ہو وہ میدان گفتگو میں آکر کسی ثالث کے مکان پر بحث کرلے۔ اس مکان پر بحث کرنے کا موقع نہیں کیونکہ یہاں یہ مثل مشہور صادق آرہی ہے۔ ایک ناک والا سات ناک کٹوں کے پاس جب پہنچا فوراً سب کے سب اول ہی بول اٹھے کہ ناکو آیا۔ یہ کلام سن کر سب

خاموش ہوگئے۔ کسی نے گفتگو کرنے کا نام بھی نہیں لیا۔

پھر میں نے مولوی محمد یعقوب صاحبؒ سے عرض کیا کہ جو آپ نے کل بوقت ملاقات قادیانی کے باب میں فرمایا تھا اس کو تحریر بھی کردو گے۔ آپ نے فرمایا میں بھی لکھ دوں گا کہ اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے۔ لیکن فی الحال بسبب کاروبار جلسہ کے مجھ کو فراغت نہیں۔ دو تین روز بعد لکھ کر روانہ کردوں گا یا آپ میری طرف سے تحریر کرلینا۔ چنانچہ مولانا صاحب نے حسب وعدہ کے ایک فتویٰ اپنے ہاتھ سے لکھ کر ہمارے پاس ڈاک میں ارسال فرمایا جس کا مضمون یہ تھا کہ:

"یہ شخص میری دانست میں غیر مقلد معلوم ہوتا ہے اور اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے اور نیز اس شخص نے کسی اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا۔ معلوم نہیں اس کو کس روح کی اویسیت ہے۔"

اور شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری مرحوم نے بروقت ملاقات فرمایا کہ:

> "مجھ کو بعد استخارہ کرنے کے یہ معلوم ہوا کہ یہ شخص بھینسے پر اس طور سے سوار ہے کہ منہ اس کا دم کی طرف ہے۔ جب غور سے دیکھا تو زنار اس کے گلے میں پڑا ہوا نظر آیا جس سے اس شخص کا بے دین ہونا ظاہر ہے اور یہ بھی میں یقیناً کہتا ہوں کہ جو اہل علم اس کی تکفیر میں اب متردّد ہیں، کچھ عرصہ بعد سب کافر کہیں گے۔"

قاری عبدالکریم صاحب ساکن قریہ ومن ملانا نے بھی اس کو سخت ملحد اور زندیق تحریر کیا۔ چونکہ یہ شخص غیر مقلدین کے نزدیک قطب اور غوثِ وقت تھا۔ محمد حسین لاہوری نے جو غیر مقلدین ہند کا مقتدا مشہور ہے، امداد قادیانی پر کمر باندھی اور اپنے رسالہ ماہواری میں ہماری مذمّت اور قادیانی کی تائید کرتا رہا۔ یعنی کلماتِ کفریہ کی اشاعت کو معاذاللہ اشاعۃ السنۃ قرار دیتا رہا۔

بر عکس نہند نامِ زنگی کافور

لیکن اس ماہواری رسالہ کے ذریعہ سے بموجب شعر:

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد　　　　خمیرِ مایۂ دو کانِ شیشہ گر سنگ است

اکثر اہل علم کو کلماتِ کفریہ قادیانی کے معلوم ہو گئے۔ اور ہمارے فتویٰ کی تصدیق کی ندا ہر طرف سے آنے لگی۔ یہاں تک کہ مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری نے ایک استفتاء قادیانی کے باب میں علماءِ حرمین کی خدمت میں روانہ کیا۔ مولانا مولوی ؒ مرحوم نے بعد کمال تتبع براہین احمدیہ و نہایت تفتیش رسالہ جات لاہوری کے یہ جواب لکھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ باقی علماءِ حرمین نے اسی مضمون کے مطابق اپنی اپنی رائیں ظاہر کیں۔ پھر کچھ دیر بعد قادیانی نے بنا کنجر کی سرائے میں قیام کر کے بذریعہ مولوی عبد القادر کے ہم کو صلح کا پیغام بدیں مضمون کہلا بھیجا کہ مخالفین دین محمدی ﷺ میرے پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب علماءِ اسلام تیرے پر تکفیر کا فتویٰ شائع کر رہے ہیں تو تو ہم کو اسلام کی طرف کسطرح دعوت دے رہا ہے۔

او کہ در خویشتن گم است کرا رہبری کند

مولوی عبد اللہ صاحب نے فرمایا کہ اگر صلح کرنی منظور ہے تو اپنے کلماتِ کفریہ سے بروز جمعہ بر سرِ وعظ آکر تائب ہو یا گفتگو کر کے ہم کو ساکت کرے یا ہم سے مباہلہ کر لے۔ بجائے جواب الجواب مرزا اپنے مسکن قادیان میں جا کر خواب خرگوشی اختیار کر کے سو رہا۔

بعد اس کے ایک شخص نے کانگرس کی بابت آکر یہ سوال کیا کہ کانگریس میں شامل ہونا بہتر ہے یا نیچری کی جماعت میں شامل ہونا اولیٰ ہے؟ ہم نے جواب دیا کہ نیچری کے ساتھ ملنا ہر گز درست نہیں۔ یہ شخص مرتد ہے۔ مرتد کے ساتھ علاقہ رکھنا شرعاً حرام ہے۔ اس شخص نے عیسیٰ ؑ کو معاذ اللہ یوسف نجار کا بیٹا بر خلاف قرآن مجید کے قرار دیا ہے۔ عبد القادر و شاہ دین وغیرہ معتقدین قادیانیوں نے غیر مقلدین سے مل کر یہ مشہور کیا کہ مولوی صاحبان ہندوؤں سے مل گئے ہیں اور ایک فتویٰ علماء کو دھوکہ دے کر ایسا تیار کیا کہ

جس کا مضمون یہ تھا کہ جو شخص ہنود کی اعانت کرے اور مسلمانوں کو ضرر دیوے، وہ شخص کافر وفاسق ہے۔ بعد ازاں مولوی عبدالعزیز کے نام منسوب کرکے طبع کرا کر شائع کیا۔

جب علماء کو دھوکہ دینا ان کا معلوم ہوا، فوراً ہر عالم نے اپنا معذرت نامہ مولوی عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں روانہ کیا کہ ہمارا فتویٰ بالکل آپ کی نسبت نہیں، ہم آپ کو مصداق اس فتویٰ کے نہیں جانتے۔ آپ کو کافر جاننے والے خود کافر ہیں۔ مولوی رشید احمد گنگوہیؒ ومولوی عبدالحق صاحبؒ مصنف تفسیر حقانی ومولوی غلام رسول صاحبؒ امرتسری بھی اس معذرت میں شامل ہیں۔ ان سب صاحبوں کے معذرت نامے رسالہ ''نصرۃ الابرار'' میں بطور اختصار کے درج کرکے شائع کیے گئے۔ جس شخص کو تفصیل وار حال معلوم کرنا ہو اس رسالہ کا ملاحظہ کرلے۔

اس وقت موقع پاکر مولوی شاہ دین وعبدالقادر نے غیر مقلدین سے مل کر محمود شاہ غیر مقلد کو بلوا کر ہمارے مقابلہ میں وعظ شروع کروایا۔ ہم نے فوراً جو اشتہار مولوی غلام دستگیر صاحب نے بابت چوری اور قید ہونے محمود شاہ مذکور کے سالہاسال سے شائع کیا ہوا تھا، از سرِ نَو طبع کرکے شائع کردیا۔ اس وقت اکثر سکانِ بندہ ہٰذا نے اس کو بہتان سمجھا۔ جب کچھ دیر بعد محمود شاہ مذکور نے مولوی محمد حسن غیر مقلد لودھیانوی سے کچھ مبالغ بطور فریب کے بذریعہ منی آرڈر سہارنپور میں منگوائے۔ اور مولوی محمد حسن نے اس پر نالش کی اور اہل پولیس نے وہی مسَل جس میں اس کا قید ہونا بابت چوری کے درج تھا، برآمد کرائی۔ تب سب کہنے لگے کہ مولوی صاحبان کا اشتہار سچا تھا۔ اسی طرح محمد حسین لاہوری نے جب خیال کیا کہ علماء حرمین اور اکثر علماءِ ہند نے قادیانی کی تکفیر پر مولویان لدھیانیوں کے ساتھ جن کے میں برخلاف ہوں، اتفاق کرلیا تو اب مجھ کو بھی مناسب یہی ہے کہ قادیانی کی امداد سے دستبردار ہوکر اس کی تکفیر پر کمر باندھوں۔ اسی اثناء میں قادیانی نے اپنے عیسیٰ موعود ہونے کا دعویٰ کرکے اشتہار جاری کیے اور ان اشتہاروں میں اہل علم کا نام لے کر مخاطب کرکے لکھا کہ اگر آپ کو شک ہو تو میرے ساتھ مباحثہ کرلو۔ اشتہاروں میں ہمارا نام بھی درج کردیا۔ ہم نے جواب میں یہ اشتہار جاری کیا:

(اشتہار)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحق يعلو ولا يعليٰ عليه

چراغے راکہ ایزد برفروزد

ہر آنکس تف زند ریشش بسوزد

بعد از حمد وصلوۃ جملہ اہل اسلام کو معلوم ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی اشتہارات اس مضمون کے شائع کر رہا ہے کہ عیسیٰ موعود میں ہوں۔ مولوی محمد، مولوی عبداللہ، مولوی عبدالعزیز وغیرہ جو میرے برخلاف ہیں میرے سے جلسۂ عام میں روبرو ایک افسر یورپین کے برمکان احسن شاہ وغیرہ ایک روز بعد عید الفطر کے گفتگو کرلیں۔ چونکہ ہم نے فتویٰ سنہ ۱۳۰۱ھ میں مرزا مذکور کو دائرہ اسلام سے خارج ہوجانے کا جاری کر دیا تھا اور رسالہ نصرت الابرار اور فیوضاتِ مکی میں بحوالہ فتویٰ حرمین تحریر کرچکے ہیں کہ یہ شخص اور ہم عقیدہ اس کے اہل اسلام میں داخل نہیں اور اب بھی ہمارا یہی دعویٰ ہے کہ یہ شخص اور جو لوگ اس کے عقائد باطلہ کو حق جانتے ہیں، شرعًا کافر ہیں۔ پس مرزا قادیانی کو لازم ہے کہ اوّل سرکار سے اجازت

طلب کرلے کیونکہ حکام شہرہٰذا نے چند سال سے یہ حکم نافذ کر رکھا ہے کہ کوئی شخص اجنبی اس شہر میں آکر بلااجازتِ سرکار کوئی جلسہ مذہبی منعقد نہ کرے ورنہ سرکاری مجرم قرار دیا جاوے گا۔بعد اجازت حاصل کرنے کے مکان شہزادہ نادر صاحب یا مکان خواجہ احسن شاہ صاحب یاکسی اور رئیس کے مکان کوواسطے گفتگوکے مقرر کرکے ہم کومرزاصاحب اور صاحب مکان تحریری طور پراطلاع دیں کہ ہمارے مکان پرمرزاسے آپ آکربحث کرلیں۔

چونکہ ہمارے نزدیک جب مرزاقادیانی اسلام سے خارج ہے تومرزاکو اول اپنا اسلام ثابت کرنا پڑے گا۔ بعد میں عیسیٰ موعود ہونے میں کلام شروع ہوگی۔اگرمرزاقادیانی بسبب کم لیاقت کے تنہا مناظرہ نہ کر سکے تو اپنے متبعین کو ہمراہ لے کر میدانِ گفتگو میں آوے۔اگراس نہج پر بھی وہ مطمئن نہ ہوتوان اہل علموں کوجومرزا قادیانی کودائرہ اسلام سے خارج نہیں جانتے،ہمراہ لےکرمکانِ گفتگو پرحاضرہوکراپنے دلائل پیش کرے۔چونکہ ہرایک شخص بموجب زعم اپنے کے اپنے آپ کوحق پر جانتاہے۔لہٰذاواسطے تمیزحق اور باطل کے کوئی منصف مقرر کرنا امرِضروری ہے۔لہٰذا پہلے مبادیٔ بحث جلسہ اولیٰ میں فریقین طے کرکے مقاصد میں بحث شروع کریں۔اگرمرزاقادیانی کواس بحث کرنے میں دشواری معلوم ہوتوہم ایک طریق بحث کا جونہایت آسان بتاتے ہیں۔جس کو اختیار کر لیں۔جس میں ان کاایک حبہ بھی خرچ نہ ہو۔

وہ امر یہ ہے کہ مرزا قادیانی ہمارے ساتھ بلاخرچ مکہ معظّمہ

کو چلے یا سلطانِ روم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے مدّعا کو ظاہر کرے تا اہل حق کو تاجِ نصرت سے سرفرازی حاصل ہو اور مبطل کی گردن میں طوق لعنت کا نمودار ہو اور آئندہ کوئی ایسے دعاوی باطلہ کے دعویٰ کرنے میں جرأت نہ کرے۔ اگر مرزا صاحب کو مباحثہ بلا پابندیٔ شرائط کے منظور ہو تو عید یا جمعہ کے مجمع میں حاضر ہو کر مستفید ہوں۔ اور اگر امورات مذکورہ بالا سے کسی امر کی تعمیل کرنے میں پہلوتہی کریں تو ان کو لازم ہے کہ آئندہ ایسے دعاوی سے اپنا تائب ہونا ظاہر کریں۔

خلاصہ مطلب ہماری تحریراتِ قدیمہ وجدیدہ کا یہی ہے کہ یہ شخص مرتد ہے اور اہل اسلام کو ایسے شخص سے ارتباط رکھنا حرام ہے۔ جیسا ہدایہ وغیرہ کتب فقہ میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ اسی طرح جو لوگ اس پر عقیدہ رکھتے ہیں وہ بھی کافر ہیں اور ان کے نکاح باقی نہیں رہے۔ جو چاہے ان کی عورتوں سے نکاح کرلے۔ کتب فقہ میں یہ مسائل باب مرتد میں تصریح کے ساتھ موجود ہیں۔ اگرچہ عوام کالانعام بعض مسائل کو سن کر کہتے ہیں کہ یہ مولوی ضدی ہیں۔ جب خدا تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس مسئلہ کی صداقت ظاہر کر دیتا ہے تو پھر اسی منہ کہتے ہیں کہ ان مولویوں کا مسئلہ ٹھیک نکلا۔

دیکھو محمود شاہ کا جو ہم نے حال اشتہار میں لکھا تھا، خدا تعالیٰ نے اس کے مددگاروں کے ہاتھ سے صداقت ہمارے اشتہار کی ظاہر کی۔ اسی طرح جیسا ہم نے ۱۳۰۱ ہجری میں مرزا قادیانی کو کافر اور مرتد قرار دیا تھا۔ خدا تعالیٰ نے اس کی صداقت بھی محمد حسین لاہوری وغیرہ کی تحریرات سے ظاہر کر دی جو اس کے اوّل درجہ کے مددگار

تھے۔ اور علماءِ مکہ معظّمہ نے بھی ہمارے فتویٰ کو صحیح قرار دیا۔ اب سکنائے شہرٰہذا کو جو اس پر عقیدہ رکھتے ہیں یا کچھ ان کے دل میں اس کے کافر ہونے کا شبہ ہے مرزا قادیانی کو ہمراہ لے کر ہمارے پاس آویں اور سرکاری انتظام اگر مرزا نہ کر سکے تو اس کے مرید جو اس پر دل وجان سے فدا ہیں، اس امر کا بندوبست کر لیں۔ ورنہ سکنائے شہر سے چندہ کر لیں۔ اگر صرف لقلقہ ہی غرض ہے تو مثل برادر اپنے کے چماروں کے پیغمبر بن کر اپنا کام چلاویں۔ یعنی جیسا مرزا امام الدین قوم جاروب کش میں امام مہدی بن بیٹھا ہے تو مرزا غلام احمد چماروں کے عیسیٰ بن کر اپنا مطلب حاصل کر لیں۔

چونکہ مناظرہ کرنے میں ہر دو بحث کنندوں کا علم میں برابر ہونا امرِ ضروری ہے۔ لہٰذا کتب مروّجہ درسی میں فریقین کا امتحان لیا جاوے گا۔ اور عربی زبان میں ہر دو صاحبوں کو تحریر مع ترجمہ کرنی پڑے گی۔ تاکہ عوام کالأنعام جو مرزا کو بڑا عالم جانتے ہیں، ظاہر ہو جاوے کہ مرزا کو سوائے مرزائیت کے یعنی انشاء پردازی کے جو اس قوم کی جبلی خاصیت ہے، کچھ علمی لیاقت نہیں۔ خصوصاً علم دینی سے تو بالکل نابلد ہے۔ ورنہ اپنی کتاب براہین احمدیہ کو قبل از اِتمام معرضِ بیع میں نہ لاتا، کیونکہ بیع شئ معدوم کی بدوں شرائطِ سلم جو فیما نحن فیہ میں مفقود ہیں، شرعاً ہرگز درست نہیں۔

پس جو شخص مرزا مذکور کو مجدّد یا عیسیٰ موعود اعتقاد کرتے ہیں، پرلے درجے کے نادان ہیں۔ خدا تعالیٰ اس گروہ کو ورطۂ ضلالت سے نکال کر راہِ ہدایت پر لائے یا ان کے شر سے عوام کو محفوظ رکھے۔

اگر کسی طرح کا حیلہ یا بہانہ مرزا قادیانی کسی شرط کی بابت پیش کرنا چاہیں تو بالکل لغو ہے۔ کیونکہ سرکاری طور پر فیصلہ اس کا بروقت بحث ہو سکتا ہے۔ یعنی ہر دو فریق اپنے اپنے شرائط بروقت حاضری سرکار میں داخل کریں۔ جن شرائط کو سرکاری افسر منظور فرماوے وہی فریقین کو تسلیم کرنی پڑیں گی۔ بعد میں مباحثہ اس طرز سے شروع ہوگا کہ جس کی ایک ایک فرد شامل مثل سرکاری ہوگی۔ اور ایک ایک فرد فریقین کے پاس رہے گی۔ تاکہ کسی کو کمی زیادتی کی گنجائش نہ ہو۔

آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين
والصلوة والسلام على سيد المرسلين

المشتہران

مولوی محمد و مولوی عبداللہ
و مولوی عبدالعزیز سکنائے لدھیانہ عفی عنہ
مرقوم ۲۹ رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ

☆☆☆

☆

اس اشتہار کے شائع ہونے سے مرزا قادیانی مثل نمرود کے آیہ "فبهت الذي كفر" کا ما صدق علیہ ہو گیا۔ اور کل کاروائیاں اس کی هباءً منثورًا ہو گئیں۔ عالم حیرت میں آکر اپنے حواریوں کو طلب کیا۔ خصوصًا حکیم نور الدین جس کو ساٹھ سال کی عمر میں دوازدہ سالہ دختر منشی احمد جان صاحب لدھیانہ کی بذریعہ قادیانی ہاتھ لگی۔ فوراً لاہور سے فریادرسی کے واسطے طلب کیا۔ بعد مشورہ یہ امر قرار پایا کہ ان مولویوں سے ہم کسی طرح عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جب بہ تقریبٔ ثالث ایمان میں مباحثہ شروع ہوا تو فتویٰ حرمین جس میں دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا بہ نسبت آپ کے ذکر ہے۔ تو فوراً منصف ہمارے فریق پر ارتداد کا حکم لگا کر فریق ثانی کو فتح یاب کرے گا، جس سے ہمارے کل دعاوی پر پانی پھر جائے گا۔ پھر عیسیٰ موعود ہونے میں کسی طرح گفتگو نہیں کر سکتے، کیونکہ بے ایمان کا عیسیٰ ہونا دائرہ امکان سے خارج ہے۔

القصہ آپ نے ان مولوی صاحبان کو مخاطب کرنے میں کمال غلطی کی۔ البتہ جو اہل علم برخلاف ہر سہ مولویان آپ کو مسلمان جانتے تھے، ان کے مخاطب کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ ان سے صرف عیسیٰؑ کی زندگی میں بحث کرنے کا موقع ہم کو مل سکتا ہے۔ ایمان کی بحث کا نام بحکم المرء يؤخذ بإقراره وہ زبان پر نہیں لا سکتے۔ لہٰذا اب اس سے بہتر اور کوئی مشورہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان مولوی پر کوئی الزام قائم کر کے گفتگو کرنے سے اعراض ظاہر کریں۔ اگر آپ کی بحث مولوی محمد حسین لاہوری سے مقرر ہو جو آپ کے

اسلام کا اقرار کر چکے ہیں، تو نہایت مناسب ہے۔ اس عاجز کو تاریخ مقررہ سے چند روز پہلے اطلاع دیں تاکہ بخوبی انتظام کیا جاوے۔

بنابریں قادیانی نے ایک اشتہار یازدہم شوال ۱۳۰۸ھ میں بنام پادریان جاری کیا۔ جس کا حاصل یہ تھا کہ مسلمان ہمارے ساتھ سختی کا برتاؤ کرتے ہیں اس واسطے ہم پادریوں سے بحث کرنے کا اشتہار دیتے ہیں۔ سختی سے برتاؤ کا اطلاق کفر وارتداد وغیرہ جو ہمارے مذکورۃ الصدر میں ہے، مراد لیا ہے۔ اکثر عوام بلکہ خاص بھی ایسے الفاظ استعمال کرنے کو خلافِ تہذیب خیال کرتے ہیں۔ اگر بنظرِ غور خیال کریں تو ان الفاظ کا مہذب ہونا أظهر من الشمس وأبين من الأمس ہے۔ کیونکہ خنزیر کو خنزیر کہنا خلافِ تہذیب نہیں۔ البتہ جو شخص بکری کو خنزیر یا خنزیر کو بکری قرار دے تو وہ ضرور تہذیب سے خارج ہے۔ چونکہ ہمارا اشتہار مذکورہ خلافِ واقع نہیں اور واسطے خیر خواہی عوام کے قادیانی کا حال مثل کتب اسماء الرجال کے ظاہر کر دیا تاکہ عام لوگ گمراہ ہونے سے بچ رہیں۔ آمین ثم آمین

کچھ مدت بعد مولوی محمد حسین لاہوری نے اپنا ذمہ قادیانی کی امداد سے بری کرنے کے واسطے بحث شروع کر کے فتویٰ کفر کا لگا کر علماءِ ہندوستان کی مواہیر اس پر ثبت کروالیں۔ جب بوقت واپسی اس شہر لدھیانہ میں آیا تو مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس مدرسہ سرکاری وخان صاحب بہرام خان افسر پولیس کو ہمارے پاس اس عرض سے بھیجا کہ مجھ کو مولوی صاحبان اپنے مکان یا مدرسہ یا مسجد میں بلا کر جلسہ عام میں میرے سے مضمون ان مواہیر کا جو قادیانی کی تکفیر پر علماء سے ثبت کروا کر لایا ہوں معلوم کریں۔ ہم نے جواب دیا کہ ہم اس کو ہرگز اپنے پاس بلانا نہیں چاہتے کیونکہ ہم قدیم سے وعظ میں بیان کرتے ہیں کہ ان لوگوں سے ہرگز ملاپ نہ رکھو، رشتہ داری نہ کرو۔ اب ہم مولوی محمد حسین لاہوری کو اپنے پاس کس طرح بلاویں۔ البتہ اگر غیر مقلدی سے تائب ہو کر آوے تو ہم اس کی ملاقات کر سکتے ہیں۔

خان صاحب بہرام خان نے کہا کہ پہلے مولوی محمد حسین قادیانی کا طرف دار

تھا۔ اب وہ اس کے برخلاف ہوکر اس کو کافر کہنے میں آپ سے موافق ہوگیا ہے۔ اگر آپ نرمی فرماویں تو شاید غیر مقلدی سے بھی رجوع کرکے بالکل مقلد ہوجائے۔ میں نے جواب دیا کہ برخلاف ہونا اس کا ہماری نرمی سے نہیں ہوا بلکہ خدا تعالیٰ نے اس کو اس طرف سے برگشتہ کیا۔ اسی طرح جب خدا تعالیٰ کو اس کی ہدایت منظور ہوگی، غیر مقلدی سے بھی اس کو برگشتہ کردے گا۔ پھر خان صاحب موصوف نے کہا کہ اگر آپ اس کو بلانا نہیں چاہتے تو اپنے معتقدین کو اس کے پاس بھیج دیں کہ تا مضمون مواہیر کا ان کے گوش زد ہوجاوے۔ میں نے کہا اچھا آپ اس کو یہ کہہ دیں کہ باغ والی مسجد میں آکر مضمون تکفیرِ قادیانی کا آکر بیان کرے۔ ہم اپنے لوگوں کو کہہ دیں گے کہ تم لوگ بھی اس جلسہ میں جاکر قدرتِ ایزدی کا معائنہ کرو کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے فتویٰ کی صداقت اسی مولوی محمد حسین لاہوری کے ہاتھ سے کروائی جو اس کا پرلے درجہ کا مددگار تھا۔ اپنے رسالہ ماہواری میں بڑے زور شور سے اس کی تعریف لکھتا تھا اور ہمارے فتویٰ کی تردید چھاپتا تھا۔

عباس علی صوفی و مولوی شاہ دین و مولوی نور محمد وغیرہ نے بھی قادیانی کے خلاف پر اپنا عقیدہ برخلاف زمانہ ماضی کے ظاہر کیا، لیکن مولوی عبدالقادر اب تک اس فعل قبیح اور کفرِ صریح سے باز نہیں آیا۔ اگرچہ کلماتِ کفریہ اس کے بہت ایسے ہیں جن سے صراحتًا کفر ثابت ہوتا ہے۔ جیسے یوسف نجار کا عیسیٰؑ کو بیٹا قرار دینا اور جو معجزات ان کے قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں، ان کو مشرکانہ خیال بتانا اور پیغمبروں کی نانیاں دادیاں کو فاحشہ بتلانا وغیرہ جو بالکل کفرِ صریح ہیں۔

کوئی صاحب جواب قادیانی سے پہلوتہی کرنا ہمارا گفتگو عیسیٰ موعود میں خیال نہ کرے، کیونکہ کہ اگر قادیانی اپنا ایمان قائم کرکے اس بارے گفتگو شروع کرتا تو فوراً اس کو جواب میں ہم یہی رسالہ پیش کرتے۔ وهي هذا:

(حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام)

حسبي الله ونعم الوكيل نعم المولىٰ ونعم النصير

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوۃ! محمد بن مولانا مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم لودھیانوی ہیچ خدمت اہل اسلام کے عرض کرتا ہے کہ غلام احمد قادیانی کی تکفیر بباعث کلماتِ کفریہ کے اوّل ۱۳۰۱ہجری میں ہمارے ہی خاندان سے شروع ہوئی۔ اس وقت اکثر لوگ ہمارے مخالف رہے بعد میں رفتہ رفتہ کل اہل علم نے قادیانی کے ضالّ مضل ہونے پر اتفاق کیا۔ حتیٰ کہ علماءِ حرمین شریفین نے بھی قادیانی پر دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ تحریر کر دیا۔ جیسا کہ رسائل مولانا مولوی غلام دستگیر صاحب میں تفصیل وار موجود ہے۔ اگرچہ ان فتووں سے لوگوں کو بہت ہدایت ہوئی لیکن بعض بعض کور باطنوں کو اس آفتاب ہدایت مآب سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوا۔

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل

کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

یعنی جو کفریات اس کے صاف صاف آیاتِ قطعیات کے مخالف ہیں، ان پر ان کے ایمان کی بنیاد ہے۔ جیسا کہ رسالہ ازالۃ الاوہام میں عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو یوسف نجار کا بیٹا لکھا ہے۔ اور جو خدا تعالیٰ جلّ شانہٗ نے ان کے معجزے مثل اِحیاءِ اموات

اور مادر زاد نابینوں کو بینا کرنا، جانور مٹی سے بنا کر خدا کے حکم سے جاندار بنا دینا وغیرہ وغیرہ جن کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے۔ ان سب کو اس قادیانی نے مشرکانہ خیال لکھ کر منکرِ قرآن ہو کر اپنا کفر ظاہر کر کے زمرہ مرتدین میں داخل ہوا۔

اکثر مباحثات میں قادیانی اس امر پر زور دیتے ہیں کہ عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں اور ان کے فوت ہونے کا ثبوت آیاتِ قرآنیہ میں موجود ہے۔ اگرچہ اس کا جواب علماءِ اسلام دندان شکن اپنی اپنی تصانیفوں میں دے چکے ہیں لیکن ہماری طرف سے بھی اس امر کا جواب دینا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا اس عاجز نے اس کا جواب لکھنا شروع کیا اور نام اس کا ”كشف الغطاء عن أبصار من ضل وغوي“ رکھا۔

رسالہ كشف الغطاء عن أبْصَارِ مَنْ ضَلّ وغوىٰ

حسبي الله ونعم الوكيل، نعم المولي ونعم الكفيل

اور ترتیب دیا گیا یہ رسالہ اوپر مقدمہ اور مقصد اور خاتمہ کے۔

مقدمہ

مقدمہ میں اصطلاحات علم اصول کی بیان کی جاتی ہیں جو واسطے استنباطِ احکام کے معلوم ہونا ان کا نہایت ضروری ہے۔

ظاھر: اس کلام کو کہتے ہیں جس کا مطلب الفاظ سے صاف صاف ظاہر ہو۔

قال في المنار: الظاهر اسم لكلام ظهر المراد به للسامع بصيغته.

نص: وہ جس کے واسطے کلام چلائی گئی ہو۔

النص: ماسيق الكلام لأجله. كذا في نور الأنوار

مثال ان دونوں کی یہ آیت ہے:

{أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا} [البقرة: ٢٧٥]

یعنی حلال کیا اللہ نے بیع کو اور حرام کیا سود کو۔

یہ آیت بیع کے حلال اور سود کے حرام ہونے پر بطور ظاہر کے دلالت کر رہی ہے۔

بیع اور سود میں جو فرق اس آیت سے شارع کو مقصود ہے اس پر دلالت اس کی بطور نص کے ہے۔ اور حکم ظاہر اور نص کا یہ ہے کہ جو ان دونوں سے ثابت ہو اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

قال في نور الأنوار: وحكمهما وجوب العمل بالذي ظهر منهما على سبيل القطع واليقين.

یعنی ان دونوں سے جو احکام ثابت ہوں وہ قطعی اور یقینی ہوتے ہیں۔

مفسر: وہ ہے جو اپنی مراد پر ایسا واضح ہو کہ کسی تاویل کی اس میں گنجائش نہ ہو۔

قال في المنار: المفسّر ما ازداد وضوحا على النصّ على وجه لا يبقى معه احتمال التأويل ببيان الشارع، وحكمه وجوب العمل به.

یعنی ظاہر اور نص اگرچہ قطعی ہیں لیکن احتمالِ تاویل کو مانع نہیں۔

یعنی اگر کوئی دلیلِ قطعی اس امر پر دلالت کرے کہ یہاں ظاہری معنیٰ حقیقی مراد نہیں بلکہ مجازی مراد ہیں تو اس وقت ظاہری معنیٰ ظاہر اور نص کے مراد نہیں لیے جاویں گے۔ اور مفسر میں ایسے احتمال کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ شارع کے بیان کرنے سے اس کی اصلی مراد معلوم ہوگئی۔ جیسا کہ آیت "وقاتلوا المشركين كافة" میں لفظ "كافة" کا واسطے بیان کرنے اس امر کے زیادہ کیا گیا ہے کہ تا احتمال اس امر کا باقی نہ رہے کہ مشرکین سے بعض مشرکین مراد ہوں، کل مشرک مراد نہ ہوں۔

اور حکم مفسّر کا یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے، ساتھ احتمال منسوخ ہو جانے کے۔ یعنی اس کے منسوخ کرنے کے واسطے شارع حکم لگا سکتا ہے۔

قال في نور الأنوار: وحكمه وجوب العمل به على احتمال النسخ، أي في زمان النبي ﷺ وفيما بعده، فكل القرآن محكم لا يحتمل النسخ.

محکم: اور محکم اس کا نام ہے جس کا مفہوم قابل نسخ و تبدیل نہ ہو۔

قال في المنار: المحكم ما أحكم المراد به عن احتمال النسخ والتبديل.

اور حکم اس کا یہ ہے کہ اس پر عمل کرنا واجب ہے اور کسی احتمال کی اس میں گنجائش نہیں۔

قال في المنار: وحكمه وجوب العمل به من غير احتمال كقوله تعالىٰ: إنّ الله بكل شيء عليم.

یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ ہر شئ کو جانتا ہے۔ یہ مضمون قابل نسخ وتبدیل نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ ہر شئ کا علم ہے۔

خفی: وہ ہے جس کی مراد بغیر غور کرنے کے معلوم نہ ہو۔

قال في المنار: الخفي ما خفي مراده بعارضٍ لاينال إلا بالطلب.

جیسا کہ آیت السارق والسارقة فاقطعوا أيديهما کی ظاہر ہے چور کے حق میں اور خفی ہے طرّار یعنی 'کیسہ بر' کے حق میں۔ چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم اس آیت سے بلا غور کرنے کے فوراً معلوم ہوجاتا ہے، لیکن طرّار کے ہاتھ کاٹنے کا حکم اس آیت سے بعد غور کرنے کے مفہوم ہوتا ہے کہ طرّار کی چوری معمولی چوریوں سے بڑھ کے ہے، اس واسطے اس کا ہاتھ ضرور کاٹنا چاہیے۔ اور حکم اس کا یہ ہے کہ اس میں غور کر کے معلوم کرے کہ اس کے خفی ہونے کا کیا سبب ہے، تاکہ اس کی مراد معلوم ہو۔

قال في المنار: وحكمه النظر فيه ليعلم أن الخفاء لمزية أو نقصان ليظهر المراد به.

مشکل: اور مشکل اس کا نام ہے جو اپنے جیسوں میں داخل ہو کر مشتبہ ہو جاوے۔ حکم اس کا یہ ہے اس کی مراد پر حق ہونے کا اعتقاد کرنا۔ پھر متوجہ ہو کر غور اور تامل کرنا یہاں تک کہ اس کی مراد ظاہر ہوجاوے۔

قال في نور الأنوار: وأما المشكل فهو الداخل في أشكاله. وحكمه اعتقاد الحقيّة فيما هو المراد ثم

الإقبال على الطّلب والتأمّل فيه إلى أن يتبيّـن المراد.

جیسا کہ آیت فأتوا حرثکم أنّي شئتم میں لفظ أنّي کا مشتبہ ہو گیا۔ کیونکہ اس لفظ کے دو معنیٰ ہیں:

١. ایک معنیٰ اس کے "من أین" یعنی "کس مکان سے"۔

٢. اور دوسرے معنیٰ اس کے "کیف" یعنی "کس طرح"۔

جب غور و تامّل کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس آیت میں کیف کے معنوں میں مستعمل ہے۔ کیونکہ لفظ حرث جو زراعت کے معنوں میں ہے وہ اسی معنیٰ کو متعیّن کرتا ہے۔

مجمل: اور مجمل وہ ہے جس میں معانی کے ازدحام سے مراد اس کی ایسے مشتبہ ہو جاوے کہ اس کی عبارت میں فکر کرنے سے اشتباہ رفع نہ ہو بلکہ اجمال کرنے والے سے اس کی تفسیر معلوم کرنے کی حاجت پڑے۔ اور حکم اس کا اس کی مراد کو برحق اعتقاد کرنا اور توقف کرنا یہاں تک کہ ظاہر ہو ساتھ بیان کرنے اجمال کنندہ کے۔

قال في نور الأنوار: أما المجمل فما ازدحمت فيه المعاني واشتبه المراد به اشتباها لا يدرك بنفس العبارة، بل بالرجوع إلى الاستفسار ثم الطلب ثم التأمّل. وحكمه اعتقاد الحقيّة فيما هو المراد والتوقف فيه إلى ان يتبين ببيان المجمل كالصلوة والزكوة.

یعنی لفظ صلوۃ و زکوۃ کا آیت أقيموا الصلوة وآتوا الزكوة میں مجمل تھا۔ کیونکہ معنیٰ صلوۃ کے لغت عرب میں دعا کے ہیں اور معلوم نہ ہوا کہ کون سی دعا یہاں مراد ہے۔ پس استفسار کرنے سے آنحضرت ﷺ نے بیان کر دیا اور اس کو ادا کر کے ہم کو معلوم کرا دیا کہ یہاں قیام، رکوع، سجود والی دعا مراد ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کے معنیٰ لغت میں پاک کرنے کے ہیں اور یہاں یہ مراد نہیں۔ بعد استفسار کرنے کے آنحضرت ﷺ نے بیان فرما دیا کہ

اس کے معنیٰ چالیسواں حصہ مال کا بعد ایک سال کے ادا کرنا ہے۔

متشابہ: اور متشابہ وہ جس کی مراد کا معلوم ہونا قبل روزِ قیامت ممکن نہ ہو۔ اور حکم اس کا یہ ہے کہ اپنے اعتقاد میں جو اس سے شارع نے مراد رکھا ہے حق جاننا، قبل معلوم ہونے اس مراد کے۔ جیساکہ حروفِ مقطعات جو سورتوں کے اوائل میں ہیں مثل الٓمٓ وغیرہ کے۔

قال في نور الأنوار: أما المتشابه فهو اسم لما انقطع رجاء معرفته المراد منه ولايرجي بدوّه أصلا، كالمقطعات في أوائل السور، مثل الٓمٓ، حٰمٓ.

ظہور کے مراتب میں محکم کا درجہ سب سے اعلیٰ ہے۔ مفسّر کا درجہ نص سے اور نص کا ظاہر سے اعلیٰ ہے۔ پس محکم کا درجہ سب سے اعلیٰ اور ظاہر کا سب سے ادنیٰ ہوا۔ اور خفاء میں سب سے زیادہ خفی متشابہ ہے اور مجمل مشکل سے اور مشکل خفی سے زیادہ ہے۔ پس متشابہ کا درجہ خفا میں اعلیٰ ہوا اور خفی کا سب سے ادنیٰ ۔ بروقت تعارض جس کا مرتبہ ظہور میں اعلیٰ ہوگا اس پر عمل کیا جاوے گا اور جس کا مرتبہ خفا میں کم ہوگا وہ اس پر جس میں خفا زیادہ ہے، غالب ہوگا۔ جیساکہ تفصیل اس کی نورالأنوار وغیرہ کتب میں موجود ہے۔

مقصد

اس میں عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی زندگی اور آخر زمانہ میں نازل ہونے کا بیان ہے۔ دلائل شرعیہ قرآن اور حدیث اور اجماع اور قیاس ہیں۔ آیاتِ قرآنیہ کا درجہ سب سے بڑھ کر ہے۔ بعد اس کے حدیث ہے، بعد ازاں اجماع ہے۔ اگر تینوں میں سے کوئی موجود نہ ہو تو قیاسِ مجتہد سے دلیل پکڑی جاتی ہے۔ چونکہ اس مقصد کے اثبات کے واسطے قرآن اور احادیث اور اجماع موجود ہیں، قیاسی دلائل سے ثابت کرنا ضروری نہیں۔ لہٰذا ترتیب وار دلائل ثلاثہ کو واسطے اثبات اس مقصد کے بیان کرتا ہوں۔

حسبي الله ونعم الوكيل، نعم المولیٰ ونعم النصير

قال الله تعالیٰ: {وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا} [النساء: ١٥٧]

ترجمہ اس کا بامحاورہ موضح القرآن سے معہ بعض فوائد کے نقل کیا جاتا ہے:

اور لعنت کی ہم نے اہل کتاب پر اور بسبب کہنے ان کے کے، کہ تحقیق ہم نے مار ڈالا مسیح عیسیٰ بیٹے مریم کے کو پیغمبر اللہ کا تھا۔ اور نہیں مارا اس کو اور نہ سولی دی اس کو، لیکن شبہ ڈالا گیا واسطے ان کے۔ اور تحقیق جو لوگ کہ اختلاف کیا انہوں نے بیچ اس کے، البتہ بیچ شک کے ہیں۔ اس سے نہیں واسطے ان کے ساتھ اس کے کچھ علم، مگر پیروی کرنا گمان کا۔ اور نہ مارا اس کو بہ یقین، بلکہ اٹھالیا اس کو اللہ نے طرف اپنی۔ اور ہے اللہ غالب حکمت والا۔

فائدہ

یہود کہتے ہیں کہ ہم نے مارا عیسیٰ کو۔ اللہ نے فرمایا اس کو ہرگز نہیں مارا، خدا تعالیٰ نے اس کی ایک صورت ان کو بنا دی، اس کو سولی چڑھایا۔ پھر فرمایا کہ نصاریٰ بھی اوّل سے یہی کہتے ہیں کہ مسیح کو مارا نہیں، وہ زندہ ہے لیکن وہ تحقیق نہیں سمجھتے۔ کئی باتیں کہتے ہیں: بعض کہتے ہیں کہ بدن کو مارا، ان کی روح اللہ کے پاس چڑھ گئی۔ بعضے کہتے ہیں مارا تھا، پھر تین روز میں زندہ ہو کر بدن سے چڑھ گئے۔ ہر طرح وہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ اس کو نہیں مارا۔ سو یہ خبر اللہ کو ہے۔ اس

نے بتایا کہ اس کی صورت کو مارا اور ان کے پکڑتے وقت نصاریٰ سرک گئے تھے اور یہود ابھی نہ پہنچے تھے، اس دن کی خبر نہ اِن کو نہ اُن کو۔ تمام ہوئی عبارت موضح القرآن کی بقدرِ حاجت۔

چونکہ اس آیت کا مطلب یہی ہے کہ جو لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو مقتول یا مصلوب گمان کرکے ان کا فوت ہونا قرار دیتے ہیں، بالکل غلطی پر ہیں۔ اگرچہ شروع اس آیت کا واسطے مضمون مذکورہ کے بموجب قاعدۂ اصول "نص قطعی الدلالۃ" تھا لیکن تاکیداً بار بار بیان کرنا شارع کا اس مضمون کو اور اخیر میں آپ کا اٹھالینا جتلا کر کل احتمالات کا سلسلہ یک لخت کاٹ ڈالا۔ پس یہ آیت بموجب قاعدۂ اصول قسم مفسّر میں داخل ہوئی۔ البتہ لفظ "بل رفعه الله" میں کسی قدر اجمال تھا، سو احادیث میں یہ مضمون تفصیلاً آنحضرت ﷺ نے بیان فرما کر اس کا اجمال دور کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔ قیامت کے نزدیک آپ آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ جیسا کہ صحیح بخاری اور اس کی شرح وغیرہ سے بجنسہٖ نقل کیا جاوے گا۔

خلاصہ مطلب اس کلام کا یہ ہے کہ اس آیت سے زندہ اٹھالینا آپ کا اسی جسم عنصری کے ساتھ قطعی طور پر ثابت ہے اور اس میں کسی احتمال کی گنجائش نہیں۔ پس یہ آیت واسطے ثبوتِ مضمون مذکور کے آیت اقیموا الصلوۃ سے جو واسطے فرضیت نماز کے وارد ہے یقینی ہونے میں بدرجہا عالی ہیں۔ کیونکہ یہ آیت اصل میں مجمل تھی۔ نماز کا ثبوت اس سے قبل بیان کرنے آنحضرت ﷺ کے نہیں ہو سکتا تھا۔ اور آیت "وما قتلوه. آه" واسطے مضمون مذکور کے نص اور مفسر ہے۔ خود بخود یہ آیت واسطے ثبوتِ زندگی عیسیٰؑ کے کافی اور وافی ہے۔ جو شخص نماز کی فرضیت سے انکار کرے، اس پر اہل اسلام فتویٰ کفر کا دیتے ہیں۔ پس جو شخص زندگی عیسیٰؑ کا منکر ہو، اس پر فتویٰ کفر کا دینا نہایت ضروری ہے۔

کیونکہ یہ آیت نماز کی آیت سے یقینی ہونے میں بہت عالی مرتبہ پر ہے۔ کما مرّ غیر مرۃ پس جو شخص نماز کے منکر کو کافر قرار دے اور عیسیٰؑ کی زندگی کے منکر کو ایماندار اعتقاد کرے، پرلے درجے کا ضالّ اور مضلّ ہے۔ جب خدا تعالیٰ نے زندگی عیسیٰ علیہ السلام کی یقینی طور پر بیان فرمائی، اب بعد میں آپ کے انتقال کا حال بیان فرمایا:

{وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا} [النساء: ١٥٩]

اور نہیں کوئی اہل کتاب میں مگر البتہ ایمان لائے گا ساتھ اس کے، پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہو گا اس پر گواہ۔

یعنی اہل کتاب آپ کو زندہ دیکھ کر ایمان لائیں گے اور ان کے کل شبہے رفع ہو جاویں گے۔ بعد اس کے آپ انتقال فرمائیں گے۔ جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے:

والذي نفسي بيده، ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا... واقرءوا إن شئتم: {وإن من أهل الكتاب} الآية. رواه الشيخان (صحيح البخاري: ٤/ ١٦٨)

اگرچہ آیت میں اجمالاً بیان تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ آپ آخر میں ضرور نزول فرمائیں گے۔ یعنی جیسا کہ نماز کے واسطے أقیموا الصلوة اور زکاۃ کے بارے میں وآتوا الزكوة وارد ہے، ان دونوں آیتوں میں حکم نماز اور زکوۃ کا اجمالاً مذکور ہے۔ اوقات اور عددِ رکعات وغیرہ جو نماز میں ضروری ہیں، کسی ایک کا بھی ذکر نہیں۔ اسی طرح جو زکوٰۃ واجب ہونے کی شرائط اور اسباب شرعاً ضروری ہیں اس آیت میں ان میں سے ایک بھی مذکور نہیں۔ فقط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کرنے سے سب حال معلوم ہوا۔ اسی طرح اگرچہ اس آیت میں ایمان لانا اہل کتاب کا حضرت عیسیٰؑ پر بیان

ہے۔ نزول وغیرہ امور کا حال ہے، حضرت صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے بیان کرنے سے معلوم ہوا۔ پس جیسا کہ آیت أقيموا الصلوة وآیت وآتُوا الزكوة واسطے فرضیت نماز اور زکوٰۃ کے قطعیات سے ہے، ان کے انکار سے کفر لازم آتا ہے۔ اسی طرح یہ آیت بھی عیسیٰؑ کی زندگی پر قطعی طور پر دلالت کر رہی ہے۔

فان قلت: لا يستقيم هذا الاستدلال إلا أن يكون الضميران راجعين إلى عيسى عليه السلام، لكن البيضاوي زيّف هذا الاحتمال ورجح عود ضمير "موته" إلى أهل الكتاب مؤيّدًا لقراءة أبيّ ابن كعب: قبل موتهم. وتبعه مصنف المظهري حيث قال: قلت: نزول عيسى قبل يوم القيامة حق وأن يهلك في زمانه الملل كلّها إلا الإسلام حقّ ثابت بالصحاح من الأحاديث المرفوعة، لكن كونه مستفادا من هذه الآية وتأويل الآية بإرجاع الضمير الثاني إلى عيسى عليه السلام ممنوع. وكيف يصح هذا التأويل مع أن كلمة "إن من أهل الكتاب" شامل للموجودين في زمن النبيﷺ البتة، سواء كان هذا الحكم خاصّا بهم أو لا. فإنّ حقيقة الكلام للحال ولا وجه لأن يراد به فريق من أهل الكتاب يوجدون حين نزول عيسى عليه السلام. فالتأويل الصحيح هو إرجاع الضمير الثاني إلى أهل الكتاب ويؤيده قراءة أبي بن كعب. انتهىٰ

قلت: قولهما باطل لكونه مخالفا لما عليه الجمهور من

المحققين كصاحب المدارك والإمام الرازي وشرّاح البخاري وغيرهم. قال في المدارك: الضميران لعيسى "ليؤمننّ بعيسى قبل موت عيسى" وهم أهل الكتاب الذين في زمان نزول عيسى. روي أنه ينزل من السماء في آخر الزمان فلا يبقي أحد من أهل الكتاب إلا ليؤمننّ به حتىٰ تكون الملة واحدة وهي ملة الإسلام. وبمثله في التفسير الكبير وغيره من التفاسير وشروح البخاري وغيرها من كتب الحديث. وتمسكهما بقراءة أبيّ ابن كعب أوهن من نسج العنكبوت، لأنّ قراءة أبيّ بن كعب ليست بمتواترة ولا متضادّة فالعمل عليهما واجب كما صرّح الأصوليّون في قوله تعالي: حتى يطهرن بقراة التشديد والتخفيف بوجوب الغسل للحائض وجواز الوطي إن قطع دمه في ما دون العشرة عملاً بقراءة التشديد وعدم وجوبه إن قطع بعد تمام العشرة عملاً بقراءة التخفيف، وهاهنا أيضا كذلك، فإنّ إيمانهم قبل موت عيسى في زمن نزوله لا يمكن إلا قبل موتهم، لأنّ ما بعد الموت لم يبق أحد مكلفا بل لم يبق أهلا للإيمان قبيل الموت وقت معاينة ملائكة العذاب كما بين في موضعه.

وأما قول صاحب المظهري: "لا وجه لأن يراد من لفظ أهل الكتاب فريق يوجدون اه" ظاهر الفساد، لأنّ الإضافة واللّام تكونان للعهد ما لم تقم القرينة

على خلافه وههنا أيضا للعهد الذين يوجدون في زمن نزول عيسى ولم تقم قرينة على خلافه، بل القرائن قائمة على هذا العهد سنذكرها عن قريب إن شاء الله تعالى. ألا تري أنّ ماذكر في المدارك من لفظ الحديث: "فلا يبقيٰ أحد من أهل الكتاب اه" لا يمكن أن يراد به غير الذين يوجدون في زمان نزوله عليه السلام وكذا من لفظ الخطاب الذي هو موضوع للحاضر أريد به الّذين يوجدون في آخر الزمان قطعًا هو قوله عليه الصلاة والسلام: ليوشكنّ أن ينزل فيكم ابن مريم الحديث.

وبالجملة القول بعدم كون نزول عيسى مستفادا من هذه الآية بعد ادّعاء حقية نزوله في آخر الزمان مستدلّا بالأحاديث الصحاح كما مرّ من صاحب المظهري ليس على ما ينبغي، لأن الأحاديث كلّها وحي من الله عزوجل، لقوله تعالي: وما ينطق عن الهوى، ان هو إلا وحي يوحيٰ.

فالواجب علينا أن نعتقد أنها مطابقة للقرآن، سيما إذا ظهر لنا وجه المطابقة نفسه مع كونها مويّدة بأقوال الصحابة الذين شاهدوا الوحي وكانوا معصومين في تبليغ الشرائع كما هو فيما نحن فيه. فالتمسك بها واجب.

وعلينا أن نذكر الوجوه التي تدلّ على أن الضمير الثاني راجع إلى عيسى عليه السلام:

الوجه الأول: أنه يلزم على تقدير إرجاع الضمير الثاني

إلى أهل الكتاب الانتشار في الضمائر، وهو قادح للبلاغة، فاختياره في الكلام القديم فرية بلا مرية، ولذا لم يذهب اليه أكثرهم. قال بدر الدين العيني في شرح البخاري: روي عن طريق أبي رجاء عن الحسن قال: قبل موت عيسى عليه السلام، والله إنه لحي ولكن إذا نزل آمنو به أجمعون وذهب إليه أكثر أهل العلم. انتهى

والوجه الثاني: أنّ السياق والسباق كلاهما يرجحان أنّ الضمير الثاني راجع إلى عيسى عليه السلام، لأن الكلام لما انجرّ إلى أنّ عيسى عليه السلام حيّ فمقتضي المقام أن يذكر موته، وذلك لايستقيم بإرجاع الضمير الثاني إلى عيسى عليه السلام.

والوجه الثالث: أن على هذا التقدير تكون هذه الآية دليلا آخر على منكري حياته، فإنّ إيمان أهل الكتاب لما كان منوطا بحياته استحال أن يموت قبله.

والوجه الرابع: أنه إذا أريد من الضمير الثاني أهل الكتاب لا يكون إفادة بل إعادة، لأنّ قوله تعالي: "ليؤمننّ" دالّ على أنهم وقت الإيمان يكونون أحياء؛ لأنّ الحياة من لوازم الإيمان والشيء إذا ثبت ثبت بلوازمه، فإثبات حياتهم ثانيًا لا يكون إلا إعادة، بخلاف ما إذا أريد منه عيسى عليه السلام، فإنه حينئذ يكون إفادة قطعًا لأن مفاده هو كون عيسى عليه السلام حيّا في وقت إيمانهم به لم يكن معلوما من

قبل. ومن المعلوم أنّ حمل الكلام البليغ، سيّما الكلام المعجز على الإفادة أولي، لا سيّما الإفادة التي ازداد بها إعجاز القرآن، لكونه دالّا على نزوله من السماء، لأن الموت لا يكون إلّا في الأرض، لقوله تعالي: "وفيها نعيدكم" وذلك يستلزم نزوله من السماء، يعني كما أنّ الآية السابقة دلّت على كونه مرفوعا إلى السماء كذلك هذه الآية دلّت على موته في الأرض بعد نزوله وهو من المغيبات الخارجة عن طوق البشر الدالة على إعجاز القرآن بأبلغ وجه.

والوجه الخامس: أنه يلزم على تقدير إرجاع الضمير إلى أهل الكتاب أنّ كلّ أحد منهم يؤمن بعيسى عليه السلام قبل موتهم، وهو خلاف الظاهر. والتأويل بأنّ المراد أنهم يؤمنون وقت معاينة العذاب قبيل الموت وإن لم يطّلع عليه أحد من جلسائه، لا طائل تحته؛ لأنّه لم تقم به حجة عليهم، بل لهم أن يقولوا: لو كان القرآن من كلام الله لم يتخلف، لأنه يستلزم الكذب في كلامه تعالي الله عن ذلك علوّا كبيرا، بخلاف ما إذا أريد به عيسى عليه السلام، فإنّ الآية حينئذ صريحة لنا بعد ما كانت حجّة علينا. قال العلّامة بدرالدين العيني في شرحه للبخاري: والحكمة في نزول عيسى عليه السلام الردّ على أهل الكتاب في زعمهم الباطل أنهم قتلوه وصلبوه، فبين الله تعالى كذبهم. انتهى

خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ تفسیر بیضاوی اور تفسیر مظہری میں ضمیر "قبل موته" سے اہل کتاب کا فقط مراد لینا صحیح قرار دیا ہے اور اس کی تائید میں قرأت اُبی ابن کعب رضی اللہ عنہ جو "قبل موتھم" کے لفظ کے ساتھ مروی ہے، پیش کی ہے۔ اور نیز صاحب مظہریؒ نے لفظ اہل کتاب سے آخری زمانہ کے یہود و نصاریٰ مراد لینا بے وجہ ٹھہرایا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قول ان کا بالکل بے اصل ہے۔ اسی واسطے اکثر اہل علم نے حضرت عیسیٰؑ کا مراد لینا صحیح قرار دیا ہے۔ اور قرأت ابی ابن کعب جو "قبل موتھم" کے لفظ سے مروی ہے "قبل موته" کے مخالف نہیں ہے۔ کتب اصول میں لکھا ہے کہ جہاں دو قرأتیں باہم مخالف نہ ہوں، دونوں پر عمل کرنا لازم ہے۔ جیسا کہ لفظ "یطھرن" میں دو قرأتیں تخفیف وتشدید کے ساتھ مروی ہیں۔ دونوں پر عمل کر کے علماء نے یہ حکم جاری کیا ہے کہ تخفیف کی قرأت سے وہ عورت مراد لی جاوے جس کا حیض بعد دس روز کے بند ہوا ہے۔ اس سے مجامعت کرنی شوہر کو اسی وقت درست ہے، عورت کا غسل کرنا شرط نہیں۔ اور تشدید کی قرأت سے وہ عورت مراد لی گئی ہے جو قبل گزرنے دس روز کے حیض اس کا بند ہو گیا ہو، تو ایسی عورت جب تک غسل نہ کرے اس سے مجامعت کرنی شوہر کو درست نہیں۔

اسی طرح یہاں بھی دونوں قرأتوں پر عمل ہو سکتا ہے۔ "قبل موته" زندگی عیسیٰؑ کی اور "قبل موتھم" سے اہل کتاب کا زندہ ہونا مراد لینا درست ہے۔ یعنی جب عیسیٰؑ آسمان سے آخر زمانہ میں نزول فرمائیں گے۔ جو اس وقت اہل کتاب بقید حیات ہوں گے، آپ کو زندہ دیکھ کر آپ پر ایمان لائیں گے۔ جیسا کہ احادیث صحاح سے اس امر کا برحق ہونا خود صاحب مظہری نے بڑی شدّ و مدّ سے بیان کیا ہے۔ پس اہل کتاب کا مراد لینا ضمیرِ ثانی سے بوجوہاتِ ذیل بالکل بے محل ہے۔

وجہ اول یہ ہے کہ ضمیر بہ سے عیسیٰؑ کا اور ضمیر "قبل موتہ" سے اہل کتاب مراد لینے سے ضمیروں میں انتشار لازم آتا ہے۔ اور یہ امر اہل بلاغت کے نزدیک مذموم وقبیح ہے۔ پس کلامِ الٰہی میں ایسے احتمال کا جاری کرنا نہایت بے جا ہے۔

وجہ دوم یہ ہے کہ جب آیت کا سیاق وسباق آپ کی زندگی وانتقال کے بیان میں ہے، پس موت کا ذکر غیر کی طرف راجع کرنا خلاف عقل ونقل ہے۔

وجہ سوم یہ ہے عیسیٰؑ مراد لینے سے دوسری دلیل واسطے ردِّ منکرین حیاۃ کے قائم ہوتی ہے۔ یعنی جب تک کل اہل کتاب ان پر ایمان نہیں لائیں گے، وہ فوت نہ ہوں گے۔

وجہ چہارم یہ ہے کہ ایمان لانے والے کا زندہ ہونا لازمی امر ہے۔ کیونکہ مرنے کے بعد تو کوئی شخص مکلّف نہیں رہتا۔ پس زندہ ہونا اہل کتاب کا وقت ایمان کے، لفظِ ایمان سے جو لیؤمنن میں موجود ہے، ثابت ہوگیا۔ "قبل موتہ" کی ضمیر سے دوبارہ ثابت کرنا بے فائدہ ہے۔ البتہ عیسیٰؑ پر ایمان لانے میں آپ کا زندہ ہونا واسطے ایمان والوں کے شرط نہیں۔ یعنی جیسا اور انبیاء پر ایمان لانے میں ان کا زندہ ہونا ضروری نہیں اسی طرح آپ پر ایمان لانا بعد ممات کے بھی ہو سکتا تھا۔ چونکہ یہ واقعہ وقتِ نزولِ عیسیٰؑ زمانہ آئندہ میں بقیدِ حیات آپ کے ہونے والا تھا۔ خدا تعالیٰ نے بطور پیشین گوئی کے قرآن شریف میں بیان فرما دیا اور وہ بلا ارجاعِ ضمیر ثانی طرف عیسیٰ علیہ السلام نہیں بن سکتا۔

اسی واسطے جمہور کا یہی مذہب ہے کہ ضمیرِ ثانی سے مراد عیسیٰؑ ہیں، جیسا کہ گزر چکا بیان اس کا پہلے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ عیسیٰؑ جو بموجب آیت پہلی کے آسمان پر زندہ ہیں، پس انتقال کرنا آپ کا جو اس آیت دوسری سے ثابت ہوتا ہے بعد نزول کے ہوگا۔ کیونکہ مر کر دفن ہونا زمین میں بموجب فرمانے پروردگار کے "وفیها نعیدکم " بدوں نزول کے ممکن نہیں۔ پس یہ دونوں آیتوں سے پورا واقعہ جو احادیث صحاح میں مذکور

ہے، ثابت ہوا۔

وجہ پنجم یہ ہے کہ بر تقدیر مراد لینے اہل کتاب کے یہ اعتراض پڑتا ہے کہ اگر ہر اہل کتاب کا وقت مرنے کے ایمان لانا عیسیٰ علیہ السلام پر پایا جاتا تو یہ امر نہایت شہرت پکڑتا۔ اس کے جواب میں یہ کہنا کہ ہر اہل کتاب وقت مرنے کے خفیہ طور پر ایمان لاتا ہے، کسی کو اس کے ایمان کی خبر نہیں ہوتی لاطائل اور خلافِ ظاہر ہے۔ اور بر تقدیر مراد لینے عیسیٰ علیہ السلام کے یہ آیت واسطے ردِّ منکرین حیات کے دلیل قاطع ہے۔ یعنی جب عیسیٰ ؑ آخری زمانہ میں اہل کتاب کو زندہ معلوم ہوں گے اس وقت ان کے سب شبہ رفع ہوجائیں گے۔ یقینی طور پر ان کو یہ امر ثابت ہوجاوے گا کہ جو حال عیسیٰ ؑ کا مسلمان بیان کرتے ہیں وہی ٹھیک نکلا، ہمارا کہنا سراسر جھوٹ تھا۔

فإن قلت: إنّ قوله تعالي: "إني متوفيك ورافعك إليّ" يدل على أن الرفع كان بعد موته معارضا لقوله تعالي: وماقتلوه وماصلبوه آه. وقاعدة التساقط في المعارضة مشهورة فانهدم استدلالكم بقوله تعاليٰ وماقتلوه. آه

قلت أوّلا: إن المعارضة لا تتصور في كلام الشارع،[1] لأنها دليل الجهل كما صرح به صاحب التوضيح، لكنها توجد في الأحكام بالنسبة إلينا لجهلنا بالتاريخ. ويحمل ذلك في الحقيقة على النسخ كما بين في الأصول. وما في الأخبار كما فيما نحن فيه فلا يمكن أن يوجد في كلام أحد فضلا عن كلام الشارع، لأن

---

(١) واعلم أنّ في الكتاب والسنة حقيقة التعارض غير متحققة، يحمل ذلك علي النسخ؛ إذ لا تعارض بين أدلة الشرع لأنه دليل الجهل. توضيح

النسخ اللازم للمعارضة لا يتصور في الأخبار، إذ تحقق المحكي عنه في زمانه لابدّ لصدق الخبر ولا يمكن ارتفاعه بالنسخ. ولو حملنا التعارض بمعني التخالف فنقول لا تعارض، لأنّ كون التوفّي بمعني الموت أو مساويا له لم يثبت بعدد دونه خرط القتاد، بل هو مشترك بين استيفاء الحق والقبض وهما من لوازمه العامة؛ لأنّ كون الاستيفاء عامّا ظاهر. وكذا القبض لوجوده في النوم أيضًا في قوله تعالي: {اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي} [الزمر: ٤٢] الآية وفي قوله: {وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَى} [الأنعام: ٦٠] الآية فإنّ التوفّي استعمل في الآية الأولي للقبض الذي يعقبه الموت أو المنام وفي الثانية النوم خاصّة، فثبت كون التوفي عاما من الموت، وذلك ما أردناه.

ولأنّ آية القتل مفسر في إثبات الحياة كما مرّ وآية التوفي وإن كان مشتركا، لكنّ قوله تعالي: "ورافعك إليّ" وقوله وعليه السلام: ليوشكنّ أن ينزل عليكم الحديث. كما مر يشعر إلى أنّ التوفي بمعني القبض الذي لا يعقبه الموت، كما لا يخفي. وكون التوفّي محتملا لا يجدي أيضا، لأن التوفّي بسبب الاشتراك واحتمال كونه بعد نزوله مشكل. والمشكل لايعارض

المفسر اللذي هو آية القتل، لأن المفسر مقدّم على المشترك بمراتب كما مرّ في المقدمة، والتعارض لا يكون إلّا في الأدلة المساوية في الدرجة كما بيّن في موضعه.

فإن قلت: احتمال كون التوفي في آخر الزمان بعد الرفع يبطله تقديم ذكره قبل الرفع.

قلت: عطف الرّفع على التوفّي لا يدلّ على كونه مؤخرا عنه في الوجود أيضا، لأن الواو ليست للترتيب كما في قوله تعالي: {وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَى وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ} [النساء: ١٦٣] الآية فإن سليمان ذكر بعطف الواو بعد عيسى في مرتبة خامسة، ومن المعلوم أن سليمان مقدم عليه بزمان كثير، ولهذا ذهب المفسرون إلى أنّ في بعض ألفاظ القرآن تقديما وتأخيرا، وعدّوا لفظ التوفّي والرفع المذكورين في هذه الآية منه كما صرّح السيوطي في الإتقان حيث قال: "وأخرج عن قتادة في قوله إنّي متوفيك ورافعك إليّ" قال: هذا من المقدم والمؤخر إنّي رافعك إليّ ومتوفيك. انتهىٰ

وبه يرتفع التدافع ويحصل الموافقة بين الآيتين. ولو فرض التعارض بينهما فليس السبيل إلا الرجوع إلى الأحاديث كما بين في الأصول.

والأحاديث تنادي بأعلى نداء أنّ عيسى بن مريم عليه السلام حيّ ينزل في آخر الزمان إلى الأرض. ولنذكر

نبذا منها ما يشفي العليل ويروي الغليل.

روى البخاري عن أبي هريرة قال: قال رسول االله ﷺ: والذي نفسي بيده، ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا، فيكسر الصليب، ويقتل الخنزير، ويضع الجزية، ويفيض المال حتى لا يقبله أحد، حتى تكون السجدة الواحدة خيرا من الدنيا وما فيها. ثم يقول أبو هريرة: واقرءوا إن شئتم: {وإن من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته، ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا} [النساء: ١٥٩]. (صحيح البخاري: ٤/ ١٦٨)

وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ كيف أنتم إذا نزل ابن مريم فيكم، وإمامكم منكم. رواه البخاري (صحيح البخاري: ٤/ ١٦٨)

قال الطيبي: أي يؤمّكم عيسى حال كونه في دينكم.

قيل ينكر عليه قوله في حديث مسلم: فيقال له: تعال صلّ لنا، فيقول: لا، إنّ بعضكم على بعض أمراء، تكرمة الله هذه الأمة. (صحيح مسلم: ١/ ١٣٧)

قال ابن الجوزي: لو تقدّم عيسى عليه السلام إماما لوقع في النفس اشكالا ولقيل أتراه تقدم نائبا أو مبتدءًا شرعاً فصلّي ماموما لئلا يتدنّس وجه قوله ﷺ "لا نبي بعدي".

وذكر في كيفية نزوله: أنه ينزل وعليه ثوبان ممصّران. رواه احمد عن أبي هريرة مرفوعا. (مسند أحمد: ١٥/ ١٥٤)

والممصّر ما فيه صفرة خفيفة.

وفي كتاب الفتن لنعيم: ينزل عند القنطرة البيضاء على باب دمشق الشرقي إلى طرف الشجر، تحمله غمامة، واضعًا يديه على منكب ملكين، عليه ريطتان، مئتزر بإحديهما، مرتد بالأخرى، إذا أكبّ رأسه قطر منه كالجمان، فيأتيه اليهود فيقولون: نحن أصحابك، فيقول: كذبتم، ثم يأتيه النصارى فيقولون: نحن أصحابك، فيقول: كذبتم، بل أصحابي المهاجرون، بقية أصحاب الملحمة، فيأتي مجمع المسلمين حيث هم، فيجد خليفتهم يصلي بهم، فيتأخر للمسيح حين يراه، فيقول: يا مسيح الله، صلّ لنا، فيقول: بل أنت فصلّ لأصحابك، فقد رضي الله عنك، فإنما بعثت وزيرا، ولم أبعث أميرا. (الفتن لنعيم بن حماد: ٢/ ٥٦٧)

وعن كعب: يحاصر الدجال المؤمنين ببيت المقدس، فيصيبهم جوع شديد، حتى يأكلوا أوتار قسيهم من الجوع، فبينا هم على ذلك إذ سمعوا صوتا في الغلس، فيقولون: إن هذا لصوت رجل شبعان، قال: فينظرون فإذا بعيسى ابن مريم، قال: وتقام الصلاة، فيرجع إمام المسلمين المهدي، فيقول عيسى: تقدم، فلك أقيمت الصلاة، فيصلي بهم ذلك الرجل تلك الصلاة، قال: ثم يكون عيسى إماما بعده. (الفتن لنعيم بن حماد: ٢/ ٥٧٧)

وليس في أيّامه إمام ولا قاض ولا مفت وقد قبض الله

العلم وخلي الناس عنه فينزل وقد علم بأمر الله في السماء ما يحتاج اليه من علم هذه الشريعة ليحكم بين الناس والعمل به.

روي نعيم في كتاب الفتن في مدة إقامته وله عن أبي هريرة: يبقي بها أربعين سنة. رواه أحمد وأبو داود بإسناد صحيح من طريق عبد الرحمن ابن آدم عن أبي هريرة مرفوعا. (مسند أحمد مخرجا: ج١٥، ص١٥٤)

ومثله عن كعب: يقيم عيسى ابن مريم عشر حجج، يبشر المؤمنين درجاتهم في الجنة. (الفتن لنعيم بن حماد: ٢/ ٥٧٨)

وعن يزيد بن حبيب: يتزوج امرأة من الأزد ليعلم الناس أنه ليس بإله وقيل يتزوج ويولد ويمكث خمسا وأربعين سنة ويدفن مع النبي ﷺ في قبره وقيل يدفن في الأرض المقدسة.

ولما كان نزوله من السماء أمرا يقينيا عند أهل السنة أدخلوه في العقائد وأجمعوا على أنه ينزل لا محالة.

وفي العقائد النسفي وشرحه: ما أخبر به النبي ﷺ من أشراط الساعة من خروج الدّجال ودابة الأرض ويأجوج ومأجوج ونزول عيسى عليه السلام وطلوع الشمس من مغربها فهو حق؛ لأنها أمور ممكنة أخبر بها الصادق.

وقال حذيفة بن أسيد الغفاري: اطّلع النبي صلى الله عليه وسلم علينا ونحن نتذاكر، فقال: ما تذكرون؟ قالوا: نذكر الساعة، قال: إنّها لن تقوم حتى ترون

قبلها عشر آيات، فذكر الدخان والدجال والدّابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عيسى ابن مريم عليه السلام ويأجوج ومأجوج وثلاثة خسوف: خسف بالمشرق، وخسف بالمغرب، وخسف بجزيرة العرب، وآخر ذلك نار تخرج من اليمن، تطرد الناس إلى محشرهم. (صحيح مسلم: ٤/ ٢٢٢٥)

والأحديث الصحاح في هذه كثيرة جدّا، وقد روي في تفاصيلها وكيفيتها، فليطلب من كتب التفسير والسير والتواريخ. انتهى

خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ "إنيّ متوفيك ورافعك إليّ" دلالت کررہی ہے کہ اٹھانا اللہ تعالیٰ کا عیسیٰ ؑ کو اپنی طرف بعد توفی کے جو بمعنیٰ موت کے ہے۔ پس ثابت ہوا اس آیت سے برخلاف آیت "وما قتلوه" مذکورہ بالا کہ فوت ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیاتِ قرآنی میں اصل مخالفت نہیں ہے بلکہ ہماری سمجھ میں فرق ہونے سے مخالفت پیدا ہوتی ہے۔ خصوصًا جو آیات کسی امر کی خبر دے رہی ہیں، ان میں مخالفت کا ہونا ممکن نہیں کیونکہ اس سے کلامِ الٰہی میں کذب لازم آتا ہے۔ اہل علم پر لازم ہے کہ ایسے مقام میں سوچ سمجھ کر وہ تاویل کریں جو کسی احکامِ قطعی کے برخلاف نہ ہو۔ اس طرح اگر اس مقام میں بنظرِ غور خیال کیا جائے تو بالکل مخالفت کا نام تک باقی نہیں رہے گا۔ کیونکہ بنا اس مخالفت کی اس امر پر ہے کہ معنیٰ توفی کے ہر مقام میں موت کے ہیں۔ حالانکہ یہ امر غلط ہے بلکہ معنیٰ اس کے قبض اور استیفاءِ حق کے ہیں جو بغیر موت کے پائے جاتے ہیں۔ جیسا کہ آیت:

{اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَى إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى} [الزمر: ٤٢]

" اللہ قبض کرلیتا ہے جانوں کو نزدیک موت ان کی کے اور جو نہیں موئے قبض کرتا ہے ان کو بیچ نیند ان کی کے۔ پس بند کر رکھتا ہے جس کو کہ مقرر کی ہے اوپر اس کے موت۔ اور بھیج دیتا ہے اوروں کو ایک وقت مقرر تک۔"

فائدہ

اس آیت میں توفی بمعنیٰ قبض کے مستعمل ہے۔ خواہ وہ قبض موت کے واسطے ہو یا نیند کے واسطے۔ اور دوسری آیت میں توفی صرف نیند کے بارے میں مستعمل ہے:

قال الله تعالىٰ: {وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَى أَجَلٌ مُسَمًّى} [الأنعام: ٦٠]

" اور وہ جو قبض کرتا ہے تم کو بیچ رات کے اور جانتا ہے جو کماتے ہو بیچ دن کے، پھر اٹھاتا ہے تم کو بیچ اس کے، تاکہ پورا کیا جاوے وقت معین۔"

فائدہ

ثابت ہوا ان دونوں آیتوں سے کہ توفیٰ کے معنیٰ موت کے نہیں بلکہ قبض کے ہیں۔ پس اس بنا پر آیت "إنّي متوفيك آه" کے معنیٰ آیت "وما قتلوه" کے بالکل موافق ہوگئے۔ یعنی "میں تجھے اپنے قبضے میں کرکے اپنی طرف اٹھالوں گا۔" اگر بالفرض دونوں آیتوں میں تعارضِ صوری قرار دیا جاوے تو اس کے واسطے احادیث کی طرف رجوع کرنا لازم آتا ہے۔ یعنی جس آیت کو حدیث تائید دے سو اس پر عمل کرنا لازم آتا ہے۔ سو اس امر پر احادیث پکار پکار کر بیان کر رہی ہیں کہ عیسیٰؑ آخری زمانہ میں نزول فرما کر انتقال فرمائیں گے۔

اس مقام پر چند احادیث بطور اختصار کے بیان کی جاتی ہیں:

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: والذي نفسي بيده، ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلا، فيكسر الصليب، ويقتل الخنزير، ويضع الجزية، ويفيض المال حتى لا يقبله أحد، حتى تكون السجدة الواحدة خيرا من الدنيا وما فيها. ثم يقول أبو هريرة: واقرءوا إن شئتم: {وإن من أهل الكتاب إلا ليؤمنن به قبل موته، ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا} [النساء: ١٥٩]. (صحيح البخاري: ٤/ ١٦٨)

یعنی امام بخاریؒ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جو جان میری اس کے ہاتھ میں ہے! نزدیک ہے کہ نازل ہوں گے تم میں عیسیٰ بیٹے مریمؑ منصف عدل کرنے والے۔ توڑ دیں گے صلیب نصاریٰ کی اور قتل کریں گے خنزیر کو۔ اور ان کے زمانہ میں کافروں سے جزیہ لے کر ان کو امان دینے کا حکم نہیں رہے گا بلکہ جو شخص ایمان قبول نہیں کرے گا اس کو قتل کر دیا جاوے گا یعنی کوئی کافر ان کے زمانہ میں رعیت بن کر زندہ نہیں رہ سکے گا۔ اور مال اس وقت بہت ہو جاوے گا یہاں تک کہ مال کو کوئی قبول نہ کرے گا۔ ایک سجدہ اس وقت میں سب جہاں سے بہتر ہو گا۔ پھر پڑھا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کی سند میں یہ آیت: {وإن من أهل الكتاب} آه

یعنی اگر تم کو اس مضمون میں شک ہے تو اس آیت سے اپنے شک کو رفع کرو۔ کیونکہ اس کا مضمون بھی اسی حدیث کے موافق ہے۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ جب عیسیٰؑ نزول فرماویں گے نماز میں امام تمھارے میں سے ہوگا۔ یعنی عیسیٰؑ مقتدی بن کر نماز ادا کریں گے تاکہ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ یہ اپنی نئی شریعت جاری کریں گے اور نزول آپ کا دمشق میں ہوگا۔ قوم یہود آپ کے پاس آکر کہیں گے کہ ہم آپ کے اصحاب ہیں۔ آپ فرمائیں گے کہ تم جھوٹے ہو۔ اور اسی طرح نصاریٰ کو کہا جاوے گا۔ فرماویں گے کہ اصحاب میرے وہ ہیں جو مہاجرین ملحمہ سے باقی رہے۔ پس پاویں گے ان کے خلیفہ کو جوان کو نماز پڑھارہا ہوگا۔ آپ کو دیکھ کر وہ پیچھے ہو جاوے گا۔ آپ فرمائیں گے کہ تو ہی نماز پڑھا، تحقیق خدا تعالیٰ تیرے سے راضی ہے۔ مجھ کو خدا تعالیٰ نے وزیر کر کے بھیجا ہے نہ امیر کر کے۔

اور ٹھہرنا آپ کا بعد زمین پر بقیدِ حیات چالیس برس تک روایت کیا گیا ہے۔ اور نکاح کریں گے تاکہ معلوم ہو لوگوں کو کہ یہ خدا نہیں ہیں اور اولاد بھی ہوگی اور دفن کیے جائیں گے پیغمبر ﷺ کی قبر میں۔ یہ سب عینی شرح بخاری میں مذکور ہے۔

چونکہ نزول عیسیٰؑ کا آسمان سے یقیناً ثابت ہے، اسی واسطے کتب عقائد میں درج کیا گیا ہے۔ تاکہ ہر شخص اپنے عقیدے میں اس امر کو یقینی خیال کر کے ایمان لائے کہ عیسیٰؑ آخری زمانہ میں آسمان سے نزول فرماویں گے۔ عقائد نسفی میں جو بڑی معتبر کتاب عقائد کی ہے، لکھا ہے کہ جو کچھ آنحضرت ﷺ نے قیامت کی نشانیان بیان کی ہیں: دجال کا آنا اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اور طلوع آفتاب کا مغرب کی طرف سے، سب حق ہے۔ کیونکہ مخبرِ صادق ﷺ نے اس کی خبر دی ہے۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ آئے اور ہم باتیں کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا باتیں کرتے ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم قیامت کے آنے کا ذکر کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت ہرگز نہیں آوے گی جب تک دس نشانیاں نہیں ہو لیں گی۔ پھر ذکر کیا دجال اور دابۃ الارض اور طلوع آفتاب کا مغرب سے اور

نزول فرمانا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اور یاجوج ماجوج کا آنا اور تین خسوف: ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرۂ عرب میں اور نشانیوں کے بعد آگ نکلے گی یمن سے، ہانکے گی لوگوں کو میدانِ محشر کی طرف۔

اس بیان میں احادیث صحیحہ کثرت سے ہیں۔ بڑی بڑی کتابوں میں یہ امور تفصیل وار بیان ہیں۔ پس جب بموجب تحقیق بالا حیات اور نزول آپ ﷺ کا آیات اور احادیث اور اجماع سے ثابت ہوا، منکران امور کا بیشک کافر ہوگا۔

خاتمہ

غرض ہماری اس تحریر سے یہ نہیں کہ قادیانی مسئلہ مذکورہ کے منکر ہونے کے باعث ہی کافر ہے بلکہ غرض ہماری تحقیقِ حق ہے کہ اگر قادیانی میں اور کوئی وجہ ارتداد کی نہ ہوتی تو بھی اس مسئلہ کے انکار سے اس پر کفر عائد ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کا مرتد ہونا اور کئی وجوہ سے ثابت ہے۔ چند وجوہ بطور اختصار بیان کی جاتی ہیں :

۱. ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۷ پر اس مرتد نے لکھا ہے: تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار تھیں۔

۲. اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۰۴ میں لکھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے باپ یوسف کے ساتھ نجاری کا کام کیا کرتے رہے ہیں۔ یہ سب کفر ہے۔ خدا تعالیٰ کلامِ پاک میں بیان فرماتا ہے کہ ہم نے عیسیٰ؈ کو بلا باپ پیدا کیا۔ یہ مرتد ان کا باپ یوسف نجار بیان کرتا ہے۔

۳. اور جو معجزے قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بیان فرمائے ہیں، ان کو ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۱۰۲ میں اس نے لکھا کہ وہ شعبدہ بازی کی قسم سے ہیں اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ اس کلام کے کفر ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ خدا تعالیٰ نے وہ معجزات برخلافِ عادت واسطے ایمان لانے لوگوں کے

عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر کیے۔ان کو یہ مرتد عمل مسمریزم اور بے سود بتاتا ہے۔

۴. ازالۃ الاوہام کے صفحات ۱۲۸، ۱۲۹ میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ سورۃ الزلزال کے معنیٰ نہیں سمجھے۔

۵. توضیح مرام میں اس نے لکھا ہے کہ جبریل علیہ السلام کبھی زمین پر نہیں آئے، نہ آتے ہیں۔ ملخصا صفحہ ۶۸ ، ۷۰، ۸۵

۶. لکھتا ہے: انبیاء علیہم السلام جھوٹے ہوتے ہیں۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۶۲۸، ۶۲۹

۷. حضرت محمد ﷺ کی وحی بھی غلط نکلی۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۶۸۸، ۶۲۹

۸. حضرت رسول اکرم ﷺ کو ابن مریمؑ اور دجّال، یاجوج ماجوج، دابۃ الارض کی خبر نہیں دی۔ ازالۃ الاوہام ص ۶۹۱

۹. براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۳۳

۱۰. قرآن شریف میں جو معجزے ہیں وہ مسمریزم ہیں۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۲۸۷ تا ۵۳۷

۱۱. قرآن شریف میں إنا أنزلناه قريبا من القاديان موجود ہے۔ ازالۃ الاوہام ص ۷۶، ۷۷

۱۲. مکہ، مدینہ، قادیان تین شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۷۶، ۷۷

۱۳. حضرت رسول اکرم ﷺ خاتم النبیین والمرسلین نہیں ہیں۔ ازالۃ الاوہام ص ۴۲۱

۱۴. قیامت نہیں ہوگی، تقدیر کوئی چیز نہیں۔ صفحہ دوم ٹائٹل پیج ازالۃ الاوہام

۱۵. آفتاب مغرب سے نہیں نکلے گا۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۱۵

۱۶. عذاب قبر نہیں ہے۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۴۱۵

۱۷. تناسخ صحیح ہے۔ صفحہ ۸۴ ست بچن

ایسے ایسے کلمات بے شمار ہیں جن کا کفر ہونا علماءِ اسلام پر کیا بلکہ عام عوام پر بھی ظاہر ہے۔ اور جو شخص اعتراض کرے کہ قادیانی اہل قبلہ ہے اس کو کافر کہنا درست نہیں اور

نیز جس شخص میں ایک کم سو وجہ کفر کی ہوں اور ایک اسلام کی ہو، اس کو کافر قرار دینا شرعاً منع ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اہل قبلہ کو کافر کہنا اس وقت تک درست نہیں جب تک اس میں کوئی وجہ کفر کی یقینی موجود نہ ہو۔ مثلاً اگر کوئی رافضی نماز روزہ کا پابند ہو کر اصل پیغمبری حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق گمان کرے تو اس کے کفر میں کس کو کلام ہے۔

اور سو وجہ کفر کے مسئلہ کے یہ معنیٰ ہیں کہ اگر کسی شخص نے ایسا کلمہ کہا کہ جس کے ایک کم سو معنیٰ کفر کی طرف عائد ہوتے ہیں اور بموجب ایک معنیٰ کے وہ لفظ کفر کا نہیں تو ایسی صورت میں مفتی کو لازم ہے کہ بلا تحقیق اس پر کفر کا فتویٰ جاری نہ کرے۔ جیسا کہ ایک شخص کو کسی نے نماز کے واسطے تاکیداً کہا، اس نے نماز سے انکار کیا تو انکار اس کا نماز کو برا جان کر، یا نماز کے فرض ہونے کا منکر ہو کر، یا نماز کا پڑھنا اس کے نزدیک حقیر لوگوں کا کام ہے وغیرہ وغیرہ مرجع کفر کی ہے تو بے شک وہ شخص کافر ہے۔ اگر غرض اس کی اس انکار سے صرف یہی ہے کہ میں نماز کو تیرے کہے سے نہیں ادا کروں گا تو اس صورت میں یہ انکار کفر نہیں ہے۔

ایسی صورتوں میں مفتی کو لازم ہے کہ بلا تحقیق کفر کا فتویٰ نہ دے اور جو امر یقیناً کفر کا کسی میں پایا جاوے جیسا کہ بتوں کو سجدہ کرنا، پیغمبروں کی اہانت کرنا، اس کے کافر ہونے میں کسی کو کلام نہیں، اگرچہ نماز روزہ کا پابند ہو۔ ملا علی قاریؒ نے ان دونوں امروں کو شرح فقہ اکبر میں وضاحت کے ساتھ لکھا ہے۔ پہلے فتویٰ میں جو مولانا مولوی رشید احمد صاحب کے جواب میں لکھا گیا ہے اس میں ملا علی قاریؒ کی عبارت درج ہے۔

ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس فرقہ کو ہدایت پر لاوے ورنہ ان کے شر سے عوام اہل اسلام کو بچاوے۔ وما توفیقي إلا بالله. آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید المرسلین وعلی آله وأصحابه أجمعین.

مولانا محمد عبداللہ صاحب لدھیانویؒ کا کشف اور انتقال

آخری دفعہ جب مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ لدھیانہ تشریف لائے تو انہیں اس امر کا انکشاف ہوا کہ میری موت سہارنپور میں ہوگی۔ چنانچہ وہ فوراً ہی لدھیانہ سے سہارنپور تشریف لے گئے اور جاتے ہوئے اپنے دوستوں سے فرما گئے کہ میں شاید لدھیانہ واپس نہ آؤں کیونکہ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرا انتقال سہارنپور ہی میں ہوگا۔ چنانچہ کئی مہینوں کے بعد سہارنپور میں یہی واقعہ پیش آیا۔ مولانا عبداللہ جان صاحب لدھیانوی جو سہارنپور میں وکالت کرتے تھے اور مولانا عبداللہ صاحبؒ کے شاگرد تھے وہ مولانا عبداللہ صاحب کو اپنے مکان پر لے گئے اور اپنے مکان پر ہی غسل دیا۔

جنازے میں علماء سہارنپور اور عربی مدارس کے طلباء کے علاوہ شہر کے ہزاروں لوگ شامل ہوئے اور آپ کو میاں شاہ عبدالرحیم صاحبؒ سہارنپوری کے مزار کے پاس دفن کیا گیا کیونکہ میاں شاہ عبدالرحیم صاحبؒ بھی ۱۸۵۷ء کے مجاہدین میں سے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ لدھیانوی مجاہد کی قبر سہارنپوری مجاہد کی قبر کے پاس ہی ہونی چاہیے۔ دفناتے وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ خود لدھیانوی مجاہد کی بھی یہی خواہش تھی کہ ان کی قبر میاں شاہ عبدالرحیم صاحبؒ ہی کی قبر کے پاس بنائی جائے۔ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار سہارنپور میں امبالا سرساوا روڈ پر ریل کے پھاٹک سے تقریباً چار فرلانگ پر بائیں جانب واقع ہے جہاں مزاروں کے ساتھ ہی ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے اور مولانا شاہ عبداللہ صاحبؒ کی قبر آم کے درخت کے نیچے ہے۔

مرزا غلام احمد نے اپنی کتابوں میں اور اپنے اعلانات اور الہامات میں سب سے زیادہ گالیاں علماء لدھیانہ ہی کو دیں جو علمائے لدھیانہ کے خاندان کے لئے یقیناً توشہ آخرت ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم سہارنپوریؒ کا فرمان

حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم سہارنپوریؒ صاحب نسبت بزرگ تھے سہارن پور میں رہتے تھے اور بڑے بڑے علماء ان سے سلوک و عرفان کی منزلیں طے کرتے تھے۔ علماءِ دیوبند کے بعد علماءِ لدھیانہ آپ کی خدمت میں سہارن پور حاضر ہوئے۔ وہ پہلی اور واحد شخصیت تھی جس نے علماء لدھیانہ کے فتوائے کفر کی کھل کر تائید فرمائی۔ اس پر مولانا محمد لدھیانویؒ فرماتے ہیں:

اور شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری مرحوم نے بوقت ملاقات فرمایا کہ:

"مجھ کو بعد استخارہ کرنے کے یہ معلوم ہوا کہ یہ شخص بھینسے پر اس طور سے سوار ہے کہ منہ اس کا دم کی طرف ہے۔ جب غور سے دیکھا تو زنار اس کے گلے میں پڑا ہوا نظر آیا جس سے اس شخص کا بے دین ہونا ظاہر ہے اور یہ بھی میں یقیناً کہتا ہوں کہ جو اہل علم اس کی تکفیر میں اب بھی متردد ہیں کچھ عرصہ بعد سب کافر کہیں گے۔" (فتاوی قادریہ)

یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ حضرت شاہ عبدالرحیم سہارنپوریؒ اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ دونوں الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم سہارن پوریؒ بڑے پائے کے بزرگ اور صاحب کشف تھے۔ وہ سہارنپور کے قریب ہی ایک قصبہ میں رہائش پذیر تھے۔

پنجاب سے اگر سہارنپور کا سفر کیا جائے تو مین روڈ کے کنارے سہارن پور سے کچھ کلو میٹر پہلے ان کی پرانی مسجد اور خانقاہ اب بھی موجود ہے اور ساتھ ہی ان کی قبر ہے۔ انہی کے ساتھ حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ بھی مدفون ہیں۔ جو کہ اول مکفرین مرزا میں سے ہیں۔

خاندان علمائے لدھیانہ کے متعلق حکیم الاسلام کے تاثرات

از قاری محمد طیب: دار العلوم دیوبند

(حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کی سوانح پر علمائے لدھیانہ کی خدمات کے متعلق ایک مضمون لکھا ہے۔ اس مضمون میں سے کچھ کلمات یہاں پر درج کیے جاتے ہیں۔(از مؤلف)

احقر کے سامنے اس وقت تذکرہ بزرگان مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی حال مقیم دہلی دام مجدہٗ مرتبہ عزیز محترم مولوی عزیز الرحمٰن صاحب جامعی ابن مولانا ممدوح کے اوراق کھلے ہوئے ہیں جو عزیز موصوف نے خاندانی تعارف کے طور پر بڑی محنت سے لکھے ہیں۔ اہل اللہ کے ذکر میں قدرتاً قلبی کشش اور جاذبیت ہوتی ہے کہ اسے شروع کر کے ختم کیے بغیر طبیعت نہیں مانتی، بلکہ ختم کرنے ہی کی طرف نہیں آتی۔ وہی کیفیت ان اوراق کے مطالعہ کے وقت مجھ پر طاری ہے۔ ہر پچھلا ورق اگلے ورق کی دعوت دیتا جا رہا ہے اور جی نہیں چاہتا کہ اس تذکرہ میں کوئی آخری ورق آئے۔ بہر حال دہلی سے دیوبند تک پنج ساعہ سفر میں میں میرا مشغلہ صرف اس تذکرہ کا مطالعہ رہا اور میں نے اول سے آخر تک اس تذکرہ کے تمام مسوّدہ کو غور سے پڑھا۔

حالانکہ اہل اللہ کے واقعات و احوال پڑھ کر تبصرہ کے جذبات نہیں ابھرتے بلکہ

تذکرہ کے دواعی پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس کی داستانیں جو حقیقتاً زندگی اور اجتماعی زندگی کی داستانیں ہوتی ہیں کسی تقریظ کی غرض سے نہیں دیکھی جاتیں کہ رسمی طور پر اس پر کچھ سطریں لکھ دی جائیں بلکہ عقیدت و محبت کی نگاہ سے پڑھی جاتی ہیں کہ سیپارۂ دل پر خود انہیں کو نقش کیا جائے۔

اس خاندان کے موجودہ اخلاف کرام سے تو میرے مخلصانہ اور دوستانہ تعلقات عرصہ دراز سے قائم ہیں جیسا کہ میرے اکابر خاندان کے اس خاندان کے اکابر سے گہرے مراسم رہے ہیں۔ اور آج اس تصور سے لدھیانہ کی آمد و رفت، علمی اجتماعات اور مخلصانہ علمی مجلسیں آنکھوں میں پھر گئیں۔ لیکن اس خاندان کے اسلاف کرام سے تفصیلی تعارف اس داستانِ حیات ہی کے پڑھنے سے اس سفر میں میسر ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ ولی اللّٰہی خاندان کی شاخ جہاں بھی چلی گئی، شاخِ طوبیٰ ہی ثابت ہوئی۔ میں نے اپنے بزرگوں سے سنا کہ حضرت جدِّ امجد قاسم العلوم مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ بانی دارالعلوم دیوبند جب پہلے حج کے لیے کراچی سے حجاز مقدس روانہ ہوئے تو بادبانی جہاز ہوا ناموافق ہونے کی وجہ سے بصرہ میں لنگر انداز ہو گیا اور کئی دن تک ٹھہرا رہا۔ مسافر بصرہ کی سیر کرنے کے لیے اتر گئے۔ حضرت قاسم العلوم بھی اترے مگر تفریح طبع کے لیے نہیں بلکہ بصرہ کے اس دور کے ایک مشہور و معروف محدث سے سند حدیث حاصل کرنے کے لیے۔ محدث ممدوح نے حضرت قاسم العلوم سے دریافت کیا کہ آپ کی سند حدیث کہاں سے ہے؟ فرمایا شاہ عبدالغنی محدث دہلویؒ سے۔ فرمایا کون شاہ عبدالغنی؟ عرض کیا کہ شاہ اسحٰق دہلویؒ کے تلمیذ۔ فرمایا کون شاہ اسحاق؟ عرض کیا کہ شاہ ولی اللہؒ کے تلمیذ۔ تو جھوم کر فرمایا کہ ہاں ولی اللہ شجرۂ طوبیٰ ہے۔ جس طرح اہل جنت کا کوئی قصر اور محل نہ خالی ہو گا کہ اس میں شجرۂ طوبیٰ کی شاخ پہنچی ہوئی نہ ہو۔ اسی طرح ہندوستان میں علم کا کوئی گھرانا نہ ملے گا جس میں خاندان ولی اللّٰہی کی کوئی شاخ نہ آئی ہو۔ اور یہ فرما کر بڑی شفقت

کے ساتھ حضرت قاسم العلوم کو سند عطا فرمائی۔ بہرحال اسی طوبائی خاندان جنّت نشان کی ایک علمی شاخ لدھیانہ کا علمی خاندان بھی ہے جو ولی اللّٰہی علوم اور ولی اللّٰہی جذبات کی امانت سینوں میں لیے ہوئے ہے۔

ان ساری ولی اللّٰہی شاخوں میں علم اور اخلاق کے ساتھ جو چیز سب سے زیادہ ابھری ہوئی نظر آتی ہے وہ مجاہدانہ اسپرٹ، راہِ حق میں ایثار وفنائیت، بے باکانہ حق گوئی، ہر رسمی اقتدار سے نڈر ہو کر اعلانِ حق اور ساتھ ہی اس راہ میں کسی بھی قربانی سے نہ گھبرانا ہے۔ یہ موجود اوصاف لدھیانوی خاندان میں بہت ہی نمایاں اور خصوصی طور پر نظر آتا ہے اور نہ صرف اسلاف خاندان ہی تک محدود ہے بلکہ آج کے اخلاق میں بھی اس کی وہی جھلک قائم ہے اور بلاشبہ یہ ایک فضل خداوندی ہے کہ کسی خاندان کی اعلیٰ روایات اور مستحسن خصوصیات پشتوں تک خاندان کا ساتھ نہ چھوڑیں اور اخلاف اپنے اسلاف کے سانچوں میں ڈھلتے رہیں۔

یہ خاندان باطل کے مقابلہ میں ہمیشہ سینہ سپر رہا۔ باطل اور طاغوت کے سامنے کہیں سر نہ جھکایا اور اس پُرخار راہ کی ہر مشکل کا خندہ پیشانی سے خیر مقدم کیا اور برضا وتسلیم مصائب کا سامنا کیا۔ فتنہ خواہ حکومت و سیاست کی لائن سے آیا یا مذہب و دیانت کے حلقوں سے، مادیت کے راستوں سے نمودار ہوا یا روحانیت کے ناموں سے، انہوں نے ہر دور میں اسے پہچانا اور جلد پہنچانا۔ اس کی سرکوبی کی اور مسلمانوں کو اس سے آگاہ کرکے اس سے محفوظ رکھا۔ برطانوی حکومت کی لائن سے جس قدر فتنے اٹھے اور جس رنگ میں بھی اٹھے ان کے خلاف اس خاندان کے اسلاف بھی اٹھے اور پھر اَخلاف نے بھی وہی کچھ کیا جو اسلاف نے کر دکھایا تھا۔ اور ساتھ ہی غربت و تشدّد کے تمام مصائب بھی جھیلے جو اس راہ کے خواص آثار میں سے ہیں، مگر کلمہ حق کی تبلیغ و ترویج نہ چھوڑی اور نہ ہی اس میں کسی اپنے اور بیگانے کی ذرہ برابر رعایت کی، بلکہ بلاخوف لومۃ لائم اعلانِ حق کیا، خواہ اس کی پاداش میں اپنا کچھ بھی کھودینا پڑا۔ ہوسکتا ہے کہ عملی جزئیات میں ان سے کسی کو اختلاف ہو

مگر دنیا کا کوئی بھی حق پرست انسان ان جذباتِ حقہ کی قدر کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

"اول بآخر نسبتے دارد" کے اصول پر جس طرح اس خاندان کے اسلاف پر اعلانِ حق کی بدولت وہ وقت بھی آیا کہ انہیں وطن مالوف اور گھربار چھوڑ کر غربت کی زندگی اختیار کرنی پڑی اور ان کی غیبت میں دشمنانِ حق نے ان کے گھروں ہی کو نہیں ان کی عبادت گاہوں تک کو جلا ڈالا۔ اسی نہج سے اخلاف خاندان کو بھی آج راہِ محبت کی یہ تمام تلخیاں سہنی پڑ رہی ہیں۔ وطن مالوف چھوٹا، گھربار ہاتھ سے نکلا، خاندان کے کتنے ہی مردوں عورتوں نے حیاتِ غربت کے ساتھ موتِ غربت اختیار کی، مدارس ہاتھ سے گئے، معابد اور مساجد قبضہ سے نکل گئیں جن میں برسوں سے قال اللہ و قال الرسول ﷺ کی صدائیں اٹھتی رہیں اور نہ معلوم کہ وہ باقی ہیں یا یکسر دوسرے نشوں میں تبدیل ہو چکی ہیں، مگر ان سارے فتنوں کی گرم بازاری میں یہ امانت داری کس درجہ پُرعظمت ہے کہ جس طرح ان انتہائی مصائب میں اسلاف کے پیروں کو ذرہ برابر جنبش نہیں ہوئی تھی اور انہوں نے نہ صرف صبرو خیر بلکہ رضاء و تسلیم کے جذبات و کھلائے تھے، اسی طرح آج کل دردناک مصیبتوں اور ہولناک پریشانیوں میں اخلاف کے پائے استقلال کو بھی ادنیٰ جنبش نہیں ہوئی اور نہ ہی ان کے چہروں پر کسی ادنیٰ سی بدحواسی یا اداسی کی کوئی لکیر دکھائی دیتی ہے۔

بہر حال نوعی حیثیت سے اس علمی خاندان میں جو چیز قدرِ مشترک کے طور پر اسلاف واخلاف میں نمایاں نظر آتی ہے اور ساتھ ہی اس کے آثار بھی مشترک ہیں، وہ راہ حق میں بے خوفی و بے باکی، اعلاءِ کلمۃ اللہ، اطفاءِ فتن اور دنیوی زندگی میں تحمل شدائد و مصائب، مگر بصد تسلیم و رضا ہے۔ حکومتی فتنہ ہی نہیں بلکہ ہر وہ فتنہ جو مذہب، قوم، فرقہ، تمدّن اور معاشرہ و سیاست کی راہ سے نمودار ہوا، ان حضرات کی نگاہِ دوربین نے ہر رنگ میں اس کے اندازِ قدو قامت کو پہچانا اور مخلوق کو اس سے خبردار کیا۔ فتنہ مرزائیت کو اوّلاً اسی خاندان نے بھانپا اور مرزا غلام احمد قادیانی کے دجل وفساد سے علمی طور پر ملک کو آگاہ کیا جس

سے لاکھوں انسان گمراہی کے اس جال سے بچ گئے حتیٰ کہ اس سلسلہ کی عملی تکمیل بھی بالآخر اسی خاندان کے ہاتھوں ہوئی۔ مجلس احرار نے امیر الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی کی امارت وقیادت میں اس فتنہ کا عملی طور پر مقابلہ کیا اور اس سے زبردست ٹکر لی جو ظاہر میں قادیانیت سے ٹکّر تھی مگر بلحاظِ حقیقت یہ ٹکّر برطانیہ کی طاقتور حکومت سے تھی۔ اس لیے ان حضرات کو قید و بند کے سارے ہی تشدّد آمیز مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن بالآخر سیاسی پہلوؤں سے اس جماعت باطل کے بڑھتے ہوئے اثرات کو روک دینے بلکہ محدود کر دینے میں امیر الاحرار اور ان کے رفقاءِ کار کامیاب ہوئے جو ایک تاریخی کارنامہ ہے اور زندۂ جاوید رہ کر جریدۂ عالم پر سنہرے حرفوں سے بطور یادگار ثبت رہے گا۔ فتنہ نیچریّت و آزادی، فتنۂ بدعات و محدثات، فتنۂ بے قیدی و اطلاق اور فتنۂ تمدّن و تعیش نے ان بزرگوں کے دور میں مختلف رُوپوں سے ابھرنے کی کوشش کی مگر انہوں نے اعلیٰ ترین استقامت سے اس زیغ باطل پرور کا مقابلہ کیا اور اسے شکستوں پر شکستیں دیں۔"

اس لیے اس خاندان کا اثر ورسوخ ہمہ گیر رہا۔ پنجاب میں خصوصاً اور بیرون پنجاب میں عموماً اس علمی گھرانے کو عزت و وقعت اور مقبولیت کی نگاہ سے دیکھا گیا اور ان کے کلماتِ موعظت و ہدایت کو دل کے کانوں سے سنا گیا۔ یہ اثرات پبلک سے گزر کر درباروں تک بھی پہنچے اور سلاطین وقت نے بھی ان بزرگوں کے سامنے سرِ عقیدت خم کیا؟

بہر حال مجموعی حیثیت سے یہ خاندان پنجاب کا ایک ممتاز علمی خاندان اور علم و فضل نیز جوہر عمل کے لحاظ سے ایک مانا ہوا قبیلہ رہا ہے جس نے ہمیشہ مسلمانوں کی علمی اور دینی خدمت انجام دی ہے۔ آج کا دور دین و تقویٰ کا دور نہیں اور نہ ہی دین کے لیے آج کے ناسازگار احوال مساعدت کر رہے ہیں۔ دین پر قائم رہنے والا غریب، اوپرا اور "کالقابض علی الجمر" (ہاتھ میں چنگاری پکڑنے والا) کا مصداق ہے جس کا مادّی ماحول میں کوئی وقار نہیں۔ غیرتِ خداوندی نے نہ چاہا کہ دین و دیانت کے ایسے پاک

نمونے ایسے ناپاک ماحول میں رکھے جائیں۔ اس لیے انہیں اٹھالیا گیا اور عالم بالا کو ان سے زینت دی گئی۔ اس لیے جہاں اس دور کی بدبختی ہے کہ یہ نمونے اس میں نہ رہے وہیں ان حضرات کی ارجمندی اور سربلندی کی نشانی تھی کہ دنیا کی اس عام زبوں حالی سے پہلے ہی انہیں اٹھالیا گیا: رحمهم الله رحمة واسعة. لیکن پھر بھی انتہائی خوشی کا مقام ہے کہ اَخلاف نے اسلاف کا نقش قدم نہیں چھوڑا اور ان کے پاک جذبات کی امانت محفوظ ہے جس میں کوئی خیانت نہیں ہوئی۔

خصوصیاتِ زمانہ نے گو نقشے بہت کچھ بدلے ہیں مگر شباہت نہیں مٹی۔ آب وہوا نے مزاجوں میں تبدیلیاں بہت کچھ پیدا کر دیں مگر افتادِ طبیعت نہیں بدلی۔ بادِ سموم نے نونہالوں کو مرجھاضر در دیا ہے مگر پھلوں کا ذائقہ پھر بھی وہی ہے۔ بہر حال عوارض وخصوصیاتِ وقت نے تبدیلیاں ضرور کی ہیں مگر بنیادی اساس پر تعمیر وہی کھڑی ہوئی ہے جو پہلے سروں پر سایہ کیے ہوئے تھی۔

انقلاباتِ زمانہ سے یہ خاندان بھی ملک کی طرح دو حصوں میں تقسیم ہو گیا! مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کا گھرانا ہندوستان میں آباد رہا اور ان کے دوسرے بھائی اور مولانا مفتی نعیم صاحب کا خاندان پاکستان میں بس گیا۔ لیکن خدمات وجذبات کے سلسلہ میں افرادِ خاندان کی پوزیشن اور اس کے آثار بدستور نمایاں ہیں۔ بالخصوص مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ اپنی زندگی میں جس سیاسی بصیرت کا ثبوت دیتے رہے ہیں ان کی وفات کے بعد بھی ان کے مبصّرانہ کلمات انہی کا سا کام کر رہے ہیں۔ ملک کے انقلابی احوال و مسائل کے سلسلہ میں مرحوم نے جن جن رایوں کا اظہار کیا تھا آج ملک ہی نہیں حکومت کے حلقوں سے بھی ان کی تائید ی صدائے بازگشت سنائی دے رہی ہے جو ان کی دوربینی اور سیاسی بصیرت کا کھلا ثبوت ہے، جیسا کہ اس کتاب میں اس کے بعض شواہد و نظائر پیش کر دیے گئے ہیں۔

بہر حال یہ زیرِ نظر تاریخی جائزہ اس خاندان کی اگلی پچھلی اور ماضی و مستقبل کی

خدمات سیاسی جوش اور مذہبی ہوش کا آئینہ دار ہے جو اس خاندان کے ایک چشم و چراغ مولوی عزیز الرحمٰن جامعی، ابن مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ فاضل دیوبند مرحوم نے کافی عرق ریزی اور کاوش کے ساتھ فراہم کیا ہے۔ ان قیمتی حالات و خدمات کی محض اس لیے ضرورت نہ تھی کہ وہ ایک خاندان کی تاریخی حقیقتیں ہیں جن کا کاغذوں میں تحفّظ ہو جائے بلکہ اس لیے ضرورت تھی کہ ان میں نمونۂ عمل اور حل مشکلات کا اسوہ موجود ہے جس کا تحفظ قومی نقطہ نظر سے ضروری تھا اور جو آنے والی نسلوں کے لیے قابل تقلید مثال بن سکتا ہے اور مستقبل میں اس سے لائحہ عمل کا کام لیا جاسکتا ہے۔

بزرگوں کا نقش قدم ہی در حقیقت بزرگوں کا قائم مقام ہوتا ہے اور وہ انہی کی طرح اگلوں کے لیے مربّی اور فانوس رہنا ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے بزرگوں کی تاریخیں مدوّن کی جاتی ہیں اور اسی درسِ عبرت کے لیے قرآن حکیم نے تاریخ اور قصص اسلاف کا باب قائم کیا ہے۔ لقد كان في قصصهم عبرة لأولي الألباب

مولوی عزیز الرحمٰن صاحب اس سعی جمیل پر ست مبارک باد ہیں۔ حق تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور اس خدمت کو قبول فرمائے اور اولو الالباب کو اس سے درس عبرت لینے کی توفیق بخشے۔ آمین

محمد طیب غفرلہٗ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۷/جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ

نذرعقیدت

تحریر: غازی عبدالعزیز لدھیانویؒ

عالموں کا خاندان ہے لدھیانہ میں مقیم
فخر ہے جس کا حبیبؒ[۱] اور ناز ہے جس کا نعیم[۲]

دین حق کا عام کرنا ان کا نصب العین ہے
مصطفیؐ کا نامِ نامی ان کے دل کا چین ہے

لرزہ بر اندام ہے ہر وقت ان سے قادیان
یہ اُڑا دیتے ہیں ہر جھوٹے نبی کی دھجیاں

(۱) رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ
(۲) مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ

علماء لدھیانہ کی مزید کتب

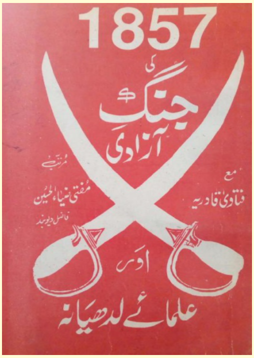

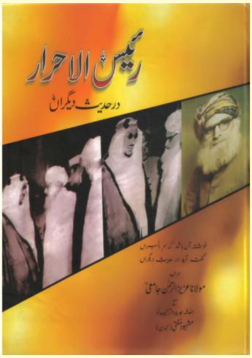

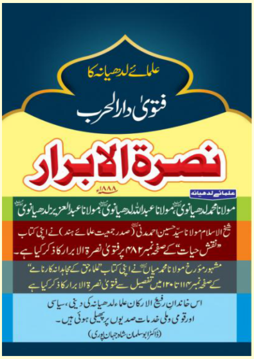

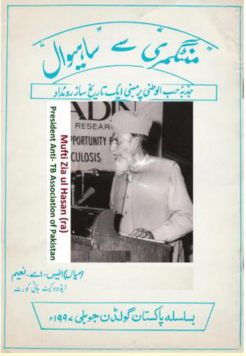

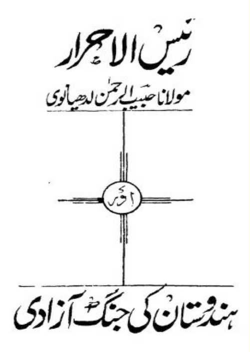

تمام کتب اس لنک پر دستیاب ہیں

https://archive.org/search.php?query=ulemaeludhiana